٤٣٢

١-٢٩٦٨ —

1805

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بنت الوقت

تصنیف

مصوّرِ غم علّامہ راشد الخیری مدظلہ

یادگار شمس العلما ڈپٹی نذیر احمد مرحوم

جسے

ملا محمد الواحدی دہلوی

نے

بماہ محرم الحرام سنہ ۱۳۴۴ ہجری مطابق اگست سنہ ۱۹۲۵ عیسوی

پانچویں مرتبہ

اپنے درویش پریس دہلی میں چھاپ کر شائع کیا

قیمت علاوہ محصول [illegible]

۱۳۵۶ھ

الزہرا

تعلیم نسواں کی آڑ میں جس سنگدلی سے مغربی طوفان چمنستان مشرق کو پامال کر رہا ہے وہ کسی باخبر سے پوشیدہ نہیں۔ جن خوبیوں پر مسلمان کو ہمیشہ ناز رہا جن باتوں پر وہ سدا فخر کرتے رہے آج اُن کا شائبہ بھی نظر نہیں آتا۔ نماز روزہ خلق محبت خلوص ہمدردی سلیقہ اور کفایت شعاری کی بجائے اس وقت وہ لڑکیاں پیدا ہو رہی ہیں جو اسلام سے کوسوں دور اور مغربی رنگ میں چلکنا چور دکھائی دیتی ہیں ایسے نازک موقع پر کہ یہ مشرقی مہمان دم توڑ رہا ہے اور اگلی خوبیاں حالت نزع میں ہیں اشد ضرورت ہے کہ لڑکیوں کی نگاہ سے وہ کتابیں نکلیں جو ان کو سعادتمند اور سلیقہ شعار بیوی سچی مسلمان اور کامل انسان بنا سکیں۔ کتاب زمانہ کی رفتار کو ہاتھ سے نہ دے اور نہایت خاموشی سے اپنی دلچسپی میں ان جواہرات سے لبریز ہو جنکی چمک آنکھوں کے ساتھ دل کو بھی منور کر دے۔ لڑکیوں کے پڑھنے کے قابل جو کتابیں اس وقت موجود ہیں ان میں یہ دیکھکر کس قدر صدمہ ہوتا تھا کہ بنت رسول سیدۃ النساء فاطمۃ الزہرا کے کارناموں سے زنانہ لٹریچر قطعاً محروم ہے۔ کتاب کی تکمیل چنداں مشکل کام نہ تھا مگر میرا دل یہ چاہتا تھا کہ یہ واقعات اس بلبل خوش الحان کے نغموں میں ادا ہوں جسکا قلم تمام ہندوستان کو مسخر کر چکا ہے یعنی علامہ راشد الخیری مولینا کا قلم بنت رسول کی داستان کہہ نہیں سکتا کہ کتاب کس پایہ کی ہے۔ تاریخ میں ایک بیش بہا اضافہ کے علاوہ الزہرا بتائیگی کہ میاں بیوی کس طرح رہتے ہیں۔ مائیں بچوں کو کس طرح پالتی ہیں دنیا کے ساتھ دین کیونکر میسر آتا ہے باپ بیٹیوں کے کیا تعلق ہوتے ہیں اور انسانی ہستی کیا معنی رکھتی ہے۔ الزہرا افسانہ نہیں بنت رسول کے حالات و سوانح ہیں اور یہ واقعات ایسے دردانگیز پیرایہ میں لکھے گئے ہیں کہ پڑھتے پڑھتے ہچکی بندھ جاتی ہے۔ باوجود مورخانہ حیثیت کے اس قدر دلچسپ ہے کہ بار بار پڑھنے سے بھی نیت سیر نہیں ہوتی۔ خاتمہ پر ایک مفصل بحث شہادت اہلبیت پر ہے اور میدان کربلا کے واقعات جس طرح ادا کئے گئے ہیں۔ اُن کی بابت صرف اتنا لکھنا کافی ہے کہ محرم کا بیان اور مولینا کی زبان۔ ضخامت قریباً ۹ جزو۔ قیمت بارہ آنے علاوہ محصول۔

ملنے کا پتہ

مینیجر نظام المشائخ پوسٹ بکس ۵۱ دہلی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

(۱)

بنت الوقت جس کا اصلی نام فرخندہ بانو اور شادی کے بعد مسز نصیر یا فرخندہ نصیر الحق ہوا کہنے کو تو اس مغل خاندان کی بچی تھی جس کا کلمہ محسن پردادوں نے سو سوا سو برس تک پڑھا اور جس کے اقبال و جلال کے آگے اچھے اچھے سرکشوں کی گردنیں جھک گئیں ۔ مگر فرخندہ گنوں کے لحاظ سے ایسی بدنصیب نکلی کہ کنبہ بھر نے لعنت اور شہر بھر نے ملامت کی عزیزوں نے اس کے کام پر سر پیٹے غیروں نے اس کے نام سے کان پکڑے دشمن خوش ہوئے اور دوست رنجیدہ اپنے روئے اور پرائے ہنسے، مگر صد آفرین اس نیک بخت کو۔ صورت ذات اور مغلوں کا خون ہو کر وہ ناک کٹوائی کہ دنیا دنگ رہ گئی جس خاندان کی بچیوں کو کوارتہ میں میکے کی دہلیز تک لانگھنی حرام تھی اس کا انجام یہ ہوا کہ بنت الوقت دن دہاڑے جلسوں میں گائے اور کھلے خزانے گاڑیوں میں پھرے ۔ مرزا وحید ساری دنیا کی نگاہ میں سچا سہی بیگناہ سہی، بے قصور سہی، مگر دل ہے اور خیال، دماغ ہے اور رائے ۔ غلط ہے تو ہوا کرے، ہماری رائے میں وحید کا دامن فرخندہ کے خون سے لتھڑا ہوا، اور اس کی گردن خاندان مغلیہ کی آن بان سے جھکی ہے اس کا منہ نہیں کہ وہ منہ دکھائے اور حق نہیں کہ بات کرے، ہمارا ایمان ہے اور ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ ہماری عزت صرف عورت کی عصمت اس کی حرمت اور اس کی غیرت میں ہے وحید باپ کا گلا گھونٹ دیتا۔

زہر دیدیتا، پھانسی پاتا، قتل ہوتا، آنکھوں سکھ کلیجہ ٹھنڈک، یہ موت اس زندگی سے ہزار درجہ بہتر تھی جس میں ایک بیٹی نے کورے استرے سے باپ دادا ہی کا نہیں کنبہ بھر کا سر مونڈ ڈالا، کہاں کی مغربی رو اور کدھر کی تعلیم جدید، آج بھی اگر وحید تلاش کی آنکھوں سے دیکھے، تو کیسی سینکڑوں اور کدھر کی ہزاروں، اسی ہندوستان اور ان ہی مسلمانوں میں لاکھوں اللہ کی بندیاں ایسی ملیں گی جن کے دامن پر فرشتے نماز پڑھیں، محسن پور والے اگر اس دن کو زندہ رہ سکتے، تو اس دن نہیں تو آج اور جب نہیں تو اب خدا ان سب کا پردہ ڈھانک لے، ان کی خودکشی بنت الوقت کی لغزشوں کا کفارہ اور ان کی موت اس کی زندگی کی تلافی ہو جائے گی، ہم وحید سے زیادہ اور بہت زیادہ جانتے ہیں ہزار پانسو نہیں مسلمانوں کا جم غفیر اس کی بے حیائی کا مداح اور بے حمیتی پر نازاں ہے بے غیرتی جوہر اور بے باکی ہنر، ہم کو یہ بھی معلوم ہے کہ ان بھلے مانسوں کا شکار اسلام کی آڑ میں ہے مگر قرآن کے عاشق، اور حدیث کے حافظ گریبان میں منہ ڈالکر بتائیں کہ یہی عقل مند ہیں، تو اماں کیا تھیں، صاحبزادی کی شرافت سر آنکھوں پر، مگر دادی نانی کی بابت کیا ارشاد ہے۔

(۴)

طوفان بہت سے سنے اور دو چار دیکھے، مگر یہ طوفان طوفان کیا قہر الٰہی کا نشان تھا کہ بچے اور بچے، کرڈیل اور جوان سب اس کی بھینٹ چڑھ رہے تھے۔ محسن پور بیچ دریا کی بستی تھی، جہاں ندی تو ندی، کوئیں بھی علاقہ بھر میں گنتی کے دو چار ہی تھے، جہاں کہیں آبادی میں دریا کا گزر یا ندی کا پرچھانواں پڑ جاتا، تو خدا معلوم کیا حشر ہوتا، پانی کی اس قلت پر پانی کی یہ آفت تھی کہ گھروں میں اور سڑکوں پر ٹخنے ٹخنے اور کمر کمر پانی ہی پانی تھا ہماری آنکھیں وہ گھڑیاں جنکو آنکھیں ترستی ہیں پندرہ روز ہوئے پانی کو "منگل منگل" دیکھ چکی ہیں، ہندوستان پانی ایسا پڑا کہ خلقت چیخ اٹھی۔ عصر کے وقت خاصا

اچھا صاف آسمان تھا، ابر کا ٹکڑا نہ بادل کا پتہ، کہ قبلہ کی طرف سے گھٹا اُٹھی، دن بھی برسات کے تھے، آدھا اساڑھ اور آدھے سے زیادہ ساون اس طرح نکل گیا، کہ پانی کی بوند ٹپک نہ پڑی، قحط کی مصیبت تین سال سے برابر پڑ رہی تھی، اس سال امید تھی کہ کھیتیاں مالامال ہو جائیں گی، لیکن ساون نے مایوس کر زمیندار کیا اور کاشتکار کیا، بستی بھر کے جی چھوٹ چکے تھے، قحط اب تک تو مصیبت تھا، اب پیغام موت ہو گیا، اور پیغام بھی ایسا یقینی اور صادق کہ گھٹا کی صورت عید کا چاند ہو گئی، مسجدوں میں نمازی، کاموں پر کاروباری، سڑک پر راستہ چلتے، دفتروں میں مرد، گھروں میں عورتیں، اور انگنائی میں بچے ابر کو دیکھتے ہی اُچھل پڑے، مغرب کے وقت بارش شروع ہوئی، رات بھر مینہ پڑتا رہا، دوسرا دن، تیسرا دن، چوتھا دن اور پانچواں دن، دس روز وہ لگاتار مینہ پڑا ہے کہ خدا کی پناہ، محسن پور جیسا اوسط درجہ کا شہر تھا ویسی ہی عمارتیں کچی بھی پکی بھی مٹی کی بھی چونے کی بھی، کاغذی محل تھے نہ سنگین قلعے، مینہ کا یہ حال کہ دو گھنٹہ تھم کر پڑا، ذرا ہلکا ہوا، ابھی تھما نہ تھا، کہ پھر اندھیری دے کر آیا اور دہائیں دہائیں پڑنے لگا، مینہ سے زیادہ ہوا تھی کہ کسی طرح کم ہی نہ ہوتی تھی، وہ جھکڑ چلتے تھے کہ الامان الحفیظ ساتویں دن آدھی رات کے وقت اس زور کا پانی پڑا ہے، کہ دیکھا نہ سنا، مکان بول اُٹھے اور خلقت چیخ اٹھی، ہر طرف سے دھواں دھوں کی آواز تھی۔ مکانوں کا ستھراؤ ہو گیا کچے اور پکے محلسرا اور حویلی سب کا اللہ بیلی تھا، ٹپکا تو کہیں کا لگ چکا تھا، مگر اس سے صرف بے آرامی تھی اب جان کے لالے پڑ گئے تو جس کے جہاں سینگ سمائے گھس گیا۔ کہ کسی طرح جان تو بچے۔ تین دن اور تین رات یہی حالت رہی، اس حساب سے چوتھے اور اس حساب سے کہیں گیارہویں دن جا کر مطلع صاف ہوا تو لوگوں کی جان میں جان آئی، مگر کوئی گلی، کوئی جگہ، کوئی کوچہ اور کوئی بازار ایسا نہ تھا جہاں ٹوٹے انبار اور مٹیوں کے پہاڑ نہ جمے ہوں قحط نے پہلے ہی مصیبت ڈھا رکھی تھی طوفان نے اور بھی رہا سہا خاتمہ کر دیا، مرمت یا از سر نو تعمیر تو درکنار

انتہا تک پاس نہ تھا کہ ملبہ اٹھوا کر رستے صاف کر دیتے، مشنری دوست ہمیشہ ایسے موقعوں کی تاک میں رہتے ہیں، انسانی ہمدردی کا لباس پہن نکل پڑے جہاں جیسا موقعہ پایا اور رنگ دیکھا، سلوک کر دیا، رانڈیں، یتیم، غریب، فقیر، سب ہی قسم کے لوگ تھے۔ غرض بڑی بلا ہی، یا تو فاقوں پر فاقے اور جمعدار کی گھڑکیاں، جھڑکیاں، یا ان تقاضوں سے رہائی پا کر مہینہ بھر کا اناج بھی گھر میں پڑ گیا۔ بہت سے تھے جو اغیار کا کلمہ پڑھنے لگے ہم ان کو بے قصور اور معذور سمجھتے ہیں، افسوس ان مسلمانوں پر ہے جنہوں نے چونکوں میں روپے دبائے، صندوقچوں میں زیور سینتے، کوٹھڑیوں میں اشرفیاں گاڑیں اور دیوار بیچ کلمہ گو رانڈوں اور یتیموں کے فاقوں پر دل نہ پسیجا، ایسی حالت اور ایسی صورت میں اگر حاجت مند بے قصور ہیں تو مشنری اگر قابل شکریہ نہیں تو لائق الزام بھی نہیں انہوں نے اپنے کام پورے اپنے فرض ادا اور اپنی محنت ٹھیک لگائی، مسلمان اگر اس قابل ہوتے اور ہوتے کیا تھے دو چار نہیں، پانچ سات نہیں دس بیس بلکہ سو پچاس، کہ قرض نہیں منت نہیں۔ صدقہ نہیں، خیرات نہیں، صرف ایک سال کی زکوٰۃ ان مصیبت ماروں کو دیتے اور یہ سمجھتے کہ جس سے لیا اسی کو دیا، خدا نے ہمیں سرخرو کیا، تو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہنے والیاں غیروں کے آگے بڑھ کر گڑگڑاتی ہوئی، اور بلکتی ہوئی ہاتھ نہ پسارتیں، محسن پور کے رئیس سینوں میں ایمان تو ضرور رکھتے تھے، کاش اس میں درد ہوتا، دیکھتے اور سمجھتے کہ یہ پھٹی ہوئی چادروں سے سردی میں ٹھٹھر کے کنارے منہ چھپانے والیاں مسلمان رانڈیں ہیں، سنتے اور جانتے کہ یہ آدھی رات کو مکان کے پیچھے بھوک پیاس سے بیتاب ہو کر واویلا کرنے والے معصوم مسلمانوں کے یتیم بچے ہیں تو خود ان کا ایمان ان کو بتاتا کہ وہ [illegible] اور غریب اور امیر کا آقا، وہ عزت اور ذلت کا دینے والا جس نے ہمیں سب کچھ دے رکھا ہے، آج یتیم کی صورت رانڈ کے بھیس وقت حاجتمندوں کی ہیئت اور بیچ کی آڑ میں ہم سے [illegible] طالب ہے، آج [illegible] ات کے ستان

میں جب اقادرذوالجلال کی طاقت کا راگ گاتی، انگنائی کے درختوں کے پتے اس کی قدرت کا نشان ظاہر کرتے اور برسنے کی آوازیں کانوں میں آتیں، تو اسلام جن کے وہ مدعی تھے، ان کو بتا دیتا کہ یہ رانڈ کی فریاد یتیم کا نالہ مظلوم کی آواز اس رب الموجودات کی صدا ہے، جو اپنی خدائی کو چھوڑ کر ہمارے در پر بھیک مانگنے آیا ہے۔

(۴)

مس واکر۔ فرخندہ بیگم آپ اتنی عنایت اور کیجیے کہ مجھکو ایک طویل فہرست ان عورتوں کی دیدیجیے جو آپ کی رائے میں ابھی حاجت مند ہیں، میں چاہتی ہوں کہ جس قدر جلد ممکن ہو بیویاں اس تکلیف سے رہا ہو جائیں۔ میں آپ کی بہت ممنون ہوں کہ آپ نے اس قدر خود تکلیف اُٹھا کر ہم لوگوں کو اس قدر مدد دی۔

فرخندہ۔ مس صاحب میں انشاء اللہ صبح ہی فہرست تیار کر دونگی، بلکہ رات رات ہی کو لکھنے بیٹھ جاؤں گی۔ ابھی بہت سے گھر ایسے موجود ہیں جنکی حالت دیکھی نہیں جاتی اور جو آپ تک نہیں آسکتے۔

مس واکر۔ بیشک بہت بڑا احسان ہوگا آپ کا، یاد رکھیے زندگی کا کوئی کام عمر کا کوئی لمحہ اس سے بہتر نہیں ہوسکتا کہ انسان دوسرے انسانوں کے کام آئے، انسان اسی کا نام ہے، آپ بہت خوب انسان ہیں۔

فرخندہ۔ یہ تو مس صاحب میرا اپنا ہی کام ہے کسی غیر کا نہیں۔ سب مصیبت کے مارے میرے ہی بہن بھائی ہیں۔ انکی خدمت میں اپنا فرض سمجھتی ہوں۔

مس واکر۔ آپ کس وقت چاء پی لیتی ہیں۔

فرخندہ۔ چاء تو ہمارے ہاں صرف میرے والد پیتے ہیں، یا والدہ میں تو روزمرہ نہیں پیتی۔

مس واکر۔ میرا مطلب یہ ہے کہ صبح کو آپ کس وقت تک کام کرنے کے واسطے

تیار ہو جاتی ہیں۔ مگر ہاں آپ تو نماز کے واسطے اُٹھتی ہوں گی۔

فرخندہ۔ جی نہیں نماز تو میں نہیں پڑھتی، مگر صبح نماز کے وقت اُٹھ بیٹھتی ہوں اور اسی وقت سے کام کرنے کے لیے موجود ہوں۔

مس واکر۔ میں چاہتی ہوں کہ صبح چھ بجے روانہ ہو جاؤں مگر اس برابر والے محلہ سے تقسیم شروع ہونا چاہیے، آپ کے محلے میں پہنچتے پہنچتے مجھکو نو دس بج جائینگے اور ان محلوں میں مجھ کو آپ جیسے ایک مددگار کی ضرورت ہے۔

فرخندہ۔ اگر آپ فرمائیں تو میں صبح ہی آپ کے پاس آ جاؤں۔

مس واکر۔ ہاں اگر ایسا ہو سکے تو بہت خوب ہوگا۔

فرخندہ۔ آپ خاطر جمع رکھیئے میں صبح ہی آ جاؤنگی۔

مس واکر۔ میں نے آپکے متعلق کلکٹر صاحب کی میم صاحب سے بھی ذکر کیا تھا وہ بھی آپ سے ملنے کی بہت مشتاق ہیں اور ٹھیک گیارہ بجے ہم آپکے گھر پہنچ جائیں گے۔

فرخندہ۔ تو آپ مجھ کو تھوڑا وقت فرصت کا دیجئے تاکہ میں میم صاحب کے واسطے چاء وغیرہ کا انتظام کر لوں، میں صبح ہی آ جاؤں گی۔ نو بجے تک ساتھ رہوں گی اس کے بعد چلی آؤں گی، پھر آپ سے محلہ میں ملوں گی۔

مس واکر۔ اچھا اگر آپ کو اس میں سہولت ہو تو ایسا کیجئے۔

(۴)

تم دیکھتے ہو کہ میری عمر پوری ہوئی، تم تو تم تمہارے باپ اور دادا دونو کے دونو میرے سامنے بچہ تھے۔ میں تمپر اعتراض نہیں کرتا، مگر تم کو سمجھاتا ہوں، میرا تجربہ تم سے وسیع، میری عمر تم سے بڑی، میری معلومات تم سے زیادہ میں نے مرزا وحید تم سے دو کپڑے زیادہ ہی پہاڑے ہوں گے، یہ کرتوت اچھے نہیں ہیں، خدا کے واسطے لڑکی کو روکو اور اس آزادی کو موقوف کرو۔

وحید۔ جس بات کو ایک نیا سہرا رہی ہے جس سے سینکڑوں غریبوں اور مصیبت ماروں کو عید ہو گئی، آپ اس پر اعتراض کرتے ہیں، آپ کو یہ بھی معلوم ہے کہ ان دنوں میں فرخندہ نے وہ کام کیے ہیں، کہ جدھر وہ نکل جاتی ہے ادھر ہی ہزاروں دعائیں اسکو ملتی ہیں۔ اس نے خود تکلیف اٹھائی اور محلہ کو آرام پہنچایا۔ اس کی عمر بھلا اس قابل ہے۔ تیرھویں سال میں یہ ہمدردی اور قومی جوش، میرے تو فرشتوں نے بھی نہیں سنا تھا مگر واہ ری دنیا کسی طرح چین نہیں خدا اور اس کا رسول تو یہ کہے کہ رانڈوں یتیموں کا دل ہاتھ میں لو اور آپ لوگ ناک بھوں چڑھائیں۔

بزرگ اتنا تو میں بھی جانتا ہوں اور میرے کان میں بھی یہ الفاظ موجود ہیں من اعان مظلوماً اعان اللہ یوم القیامۃ۔ لیکن اعانت مظلوم تو الگ رہی تعمیل احکام کے واسطے بھی یہ ضروری نہیں کہ مسلمان خاندانی شرافت اور آبائی جوہر کو ہاتھ سے کھودے اسلام کا کوئی حکم ایسا نہیں ہے اور نہ ہو سکتا ہے، جو ایک طرف مفید اور دوسری طرف مضر ہو۔ لیکن فرخندہ کے گن تو بربادی کے چھن ہیں۔ کنواری بیٹیوں کا منہ سے یہ کھلا ملا، تن تنہا کوٹھیوں کی آمد و رفت کس خدا نے بتلائی ہے، بھلے کے پاس بیٹھے چبائے ناگرپان، برے کے پاس بیٹھے کٹائے ناک اور کان۔ بیٹیا تخم تاثیر صحبت کا اثر پرانی مثال ہے۔ میں تو یہی سن رہا ہوں کہ لڑکی ہر وقت ان ہی مسوں میں ڈوبی ہوئی ہے اور وہی رنگ ڈھنگ سیکھتی جاتی ہے۔

وحید آپ بہتر کو بدتر، سفید کو سیاہ، ہنر کو عیب اور خوبصورتی کو بدصورتی سمجھ رہے ہیں اور چاہتے ہیں کہ دوسرے بھی آپ کی ہاں میں ہاں ملائیں۔ میں تو خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے ایسی لڑکی دی، دنیا اس کی تعریف کر رہی ہے، اور آپ مذمت

بزرگ تمہاری رائے میں دنیا تعریف کر رہی ہو گی۔ مگر میں نے تو جس سے سنا بیزار اور جس کو دیکھا ہنستے ہوئے۔ ابھی ابتدا ہی سمجھو اور سوچو، کہ اس کا انجام کیا ہو گا۔

فرخندہ کی یہ زندگی جس پر باپ بہت کچھ نازاں اور اسقدر شادان تھا، کہ دوستوں میں اور عزیزوں میں دل سے اور زبان سے جہاں بیٹھتا اسی کا ذکر اور اسی کی تعریف کرتا۔ یوں تو اور نگاہوں میں بھی قابل داد اور لائق ثنا تھی لیکن باوجود اس خدمت اور ریاضت کے خاندان کا بڑا حصہ کیسے اکثر لوگ عزیزوں کی بڑی تعداد اور قوم کے متعدد افراد اس کی اس عنایت کو نفرت اور محبت کو حقارت سے دیکھ رہے تھے، فرخندہ کی یہ حالت کہ وہ صبح چھ بجے کی اٹھی رات کے دس دس اور گیارہ گیارہ بجے تک خلق اللہ کی خدمت میں مصروف رہتی۔ اپاہجوں کے بدن اور فقیروں کے پیٹ اس کے دم سے دیکھتے اور بھرتے اس عمر میں کہ ابھی پوری طرح جوان بھی نہ ہوئی تھی سر آنکھوں پر رکھنے کے قابل تھی۔ لاریب اسلام فرخندہ کی ہستی کو ان مسلمانوں میں جگہ دیتا، جن کے سینے زندگی تک نور اسلام سے جگمگاتے رہے، اور موت کے بعد صف اولین میں جگہ ملی مگر افسوس خلوص کی کسوٹی پر جس پر اسلام کا دارومدار رہے، فرخندہ پورا اترنا تو در کنار کسنے کے قابل بھی نہ نکلی۔ اس کی رسائی بیشک بڑے حکام کی بیبیوں تک اس کا اثر یقینی با اختیار لوگوں کی بیٹیوں اور بیویوں پر مسلّم کا ڈیڑھ لاکھ روپیہ کچھ تنکا نہیں، اس کے ہاتھوں شہر میں تقسیم ہوا۔ کلکٹر کی رپورٹ میں اس کی خدمات آئینہ کی طرح صاف اور چاند کی طرح روشن ہیں مگر افسوس اسلام جس خلوص کا مسلمانوں سے متوقع ہے اس کی چھینٹ بھی فرخندہ کے اعمالنامے میں نہ تھی، اور مذہب جو مسلمانوں کی زندگی کا روح رواں ہے اس سے بہت دور تھا۔ سنہ ۵۸ء کی تشریف گردی سے جس نے بڑے بڑے رئیسوں اور نوابوں کو بھیک منگوائی حکومت اور راج کرنیوالوں کو دوسروں کے رحم کا محتاج بنا دیا، مرزا وحید کا خاندان بھی محفوظ نہ رہا، چار سالم گاؤں دو باغ، ایک محلسرا ضبط ہوئی اور وحید کے باپ نذر رشید کا آخری وقت ایسا گذرا کہ خدا دشمن کا بھی نہ گزارے، پردیس میں موت آئی، آپ کہیں

نیچے کہیں افراتفری کا زمانہ سستی کے دن۔ غریب کو فاتحہ تو درکنار گور گڑھا بھی مشکل ہی سے
نصیب ہوا جب وہ بلا ٹل چکی وقت گزر گیا، اور امن بھی ہوئی ہے تو مفرورین محسن پور گھر
لوٹے، وحید کہنے کو تو رشید کا بچہ تھا، مگر درحقیقت بچوں والا تھا، اوپر تلے کے دو لڑکے
مر چکے تھے وقت کو پہچانتا اور بات کو سمجھتا تھا۔ تعلقات بڑھائے میل جول شروع کیا۔
بے گناہی کا یقین دلایا وفاداری کے حلف اٹھائے کوشش پوری اور سعی کامیاب
ہوئی، علاقہ واگذاشت اور الزام بغاوت دور، بظاہر یہ وہ مسرت تھی جس نے کلفت کو راحت
سے افلاس کو تمول سے ذلت کو عزت سے اور حقارت کو وجاہت سے بدل دیا۔ مگر افسوس
اس تغیر کے ساتھ اس انقلاب سے نسل اور اس ترقی کے سلسلہ میں جو نئی مصیبت پیدا
ہوئی بہتر، خود غرضی اور لامذہبی کا وہ آغاز تھا، جو باپ سے چلا اور بیٹی پر ٹھہرا، وحید سے
شروع اور فرخندہ پر ختم ہوا۔ اس لیے فرخندہ کے افعال جوہر ذاتی کے علاوہ ترکہ پدری تھا
اور اگر اس کا اثر بالواسطہ یا بلاواسطہ صرف دونوں باپ بیٹیوں کی ذات تک محدود رہتا
تو حاشا وکلا ہم کو شکایت نہ تھی وحید نے الزام بغاوت دور کیا، خوب کیا درست کیا
جائز کیا۔ کیا اور کرنا چاہیے تھا، اعزاز دنیوی اگر وہ نتیجہ سازش نہ ہو، اسلام کا عین منشا ہے
وجاہت زندگی اگر وہ معجزہ اور کرامت نہ ہو، تلقین اسلام کا مقصد اصلی، لیڈری اور
ریفارمری، کثرت زر اور تمول کی افراط اگر جذبات قوم کا خون گردن پر نہ ہو تو خوش
نصیب لیکن مرزا وحید کا غضب یہ تھا کہ دنیا کو دین پر قربان کیا اور زندگی کے سامنے
موت کو فراموش کر، ثمرہ اعمال و افعال دل سے قطعی بھلا دیا وحید کی عمر کا بڑا حصہ تو نہیں
مگر اکثر وقت حکام کی چاپلوسی یا سلسلہ ملاقات ہی میں گزرتا بڑے دن کی ڈالیاں ایسٹر
کے تحفے آئے دن کی دعوتیں تو مقررہ بات تھی، اگر یہ ملاقات توسیع تعلقات کا ذریعہ
اور بیکار گذاری مطلب برآری کا سبب ضروری تھی، تو قابل اعتراض نہیں لیکن کچھ
اور باتیں تھیں، کچھ اسباب تھے، کچھ اور ہی باعث تھے جو مسلمانوں کے دلوں میں پھانس بنکر چبھے اور

زبان سے شکایت بنکر نکلے ہمکو وحید سے زیادہ بحث نہیں ہم سے اس کی ذات صرف اتنی متعلق ہی جس کا اثر فرخندہ کے حالات پر ہی اور اس لیے ہمارا یہ کہنا بیجا نہو گا کہ فرخندہ کی حالت میں اگر معاملات اور حالات کا دخل ضرور تھا، تو تربیت اور صحبت کا اثر بھی کچھ کم نہ تھا یہ ہی ان ہاتھوں میں پلی ان گودوں میں اور آنکھ کھولی ان لوگوں میں۔ لوگوں میں نہیں اس باپ کی آغوش شفقت اور سایہ محبت میں جس کا مذہب خوشامد جس کا مقصد ترقی جس کی غرض خود غرضی، یہ خیال کہ مغربی طوفان اٹل اور زمانہ کی رفتار کوہ گراں تھی، ایک خاص حد تک درست سہی، مگر تربیت سونے پر سہاگہ اور صحبت مرے پر سو درّے ہوئی، فرخندہ کی جوانی کا آغاز، وحید کی ضعیفی کی تمہید بھی نہیں، دور وسطی تھا، اور یہ وہ وقت تھا کہ انسان بشرطیکہ مسلمان ہو خود بخود ایمان کا مطیع ہو کر خدا کو پہچان لیتا ہی، مگر اعزاز کے پردے وجاہت کی چلمنیں اس بری طرح وحید کی آنکھوں پر پڑی تھیں کہ اس کو خواب میں بھی صرف یہی صورتیں نظر آتی تھیں، ایسے باپ کی بیٹی، ایسی تربیت کی بچی جس حد تک بھی رفتار زمانہ کا ساتھ دیتی بچی تھی۔

(۶)

فرخندہ بیگم میں تم کو مبارکباد دیتی ہوں، کہ تمہاری خدمات پر گورنمنٹ نے اظہار رضامندی فرمایا، اور ایک سونے کی گھڑی عطا کی جو کلکٹر صاحب کی میم اپنے ہاتھ سے جلسہ سنگ بنیاد میں تمکو دینگی۔ افسوس یہ ہی کہ باوجود ہماری اس قدر سخت کوششوں کے مسلمان تعلیم نسواں کی طرف مطلق توجہ نہیں کرتے اور ان کا شمار اس رفتار میں ہر قوم سے کم ہے، گورنمنٹ اپنا فرض ادا کر رہی ہی۔ ہم لوگ دن رات منتیں اور خوشامدیں کر رہے ہیں مگر تعلیم کی خوبی ابھی تک مسلمانوں کے ذہن نشین نہیں ہوئی پچھلا رسالہ جس کا نام "تعلیم نسواں کی خوبیاں" تھا دس ہزار تقسیم کیا گیا۔ لیکن جس کامیابی کی توقع تھی وہ پوری نہ ہوئی۔ اب ہمارا خیال ہی کہ ہر محلہ میں ایک ریڈنگ روم مسلمان خواتین کے

واسطے مشن کی طرف سے بنادیا جائے، جہاں ہر قسم کی کتابیں اخبار اور رسالے ہر وقت موجود ہیں۔ چار محلوں میں زمین کا انتظام ہوگیا ہے، آپ اپنے محلہ میں کوئی جگہ تجویز کیجئے اس کا روپیہ آپ کو مشن سے ملیگا، آپ کے خیال میں کون سی جگہ مناسب ہوگی۔

فرخندہ۔ سموسے کے پاس جو آپ نے دونوں مکان دیکھے ہیں، ایک میں تو بڑھئی اور دوسرے میں تیل والی رہتی ہے، وہ دونو ہمارے ہی ہیں۔ اور حاضر ہیں۔

مس واکر۔ وہ مقام تو موزوں ہے مگر وہاں ایک چھوٹا مکان اور ہے۔

فرخندہ۔ جی ہاں وہ چھوٹی سی کوٹھی ہے، وہ بھی آسکتی ہے، ہماری ہی ایک غریب عورت اس میں رہتی ہے۔

مس واکر۔ وہ خوشی سے دیدے گی؟

فرخندہ۔ بے شک کیوں نہ دے گی، ہم اس کو قیمت دیں گے۔

مس واکر وہ کون عورت ہے۔

فرخندہ۔ ایک رانڈ ہے جس کو ہر وقت روپے کی ضرورت رہتی ہے اور اس طرح ہم اس کے ساتھ اچھا سلوک کر سکیں گے۔

مس واکر۔ آپ آج اس سے طے کر لیجئے، ہم مستری کو بھیجدیں۔

فرخندہ اسے طے ہوا سمجھیئے، آپ نقشہ بنوانا شروع کیجئے۔

(۷)

مرزا رشید اگلے زمانے کا سیدھا سادھا آدمی جب تک زندہ رہا مجید اور وحید دونو لڑکوں کو کلیجے سے لگائے رہا جب آنکھ خاک میں مل گئی اور جان کے لالے پڑے تو گھر بار چھوڑ باہر نکلا۔ ارادے وسیع اور ہمت بڑی تھی مگر موت کے آگے سب پست ہوئے باپ کے بعد اس مغلیہ خاندان کی باگ ان دو بچوں وحید اور مجید کے ہاتھ میں تھی۔ مجید پانچوں وقت کا نمازی، خلیق و منکسر، سچا انسان اور پکا مسلمان تھا، غریبوں سے رغبت، امیروں

سے نفرت، خوشامد سے دور، تصنع سے بیزار، جب تک جیا ایسا جیا کہ جس رستہ نکل جاتا، لوگوں کی نگاہیں اُٹھ جاتیں۔ صبح کی نماز سے فرصت پاتے کھڑا ہوتا۔ ڈھونڈ ڈھونڈ کر اور چھانٹ چھانٹ کر غریبوں سے ملتا اور فقیروں کے ہاں جاتا۔ برائے نام کے جان پہچان اور دور دور کے رشتہ دار کوئی ایسا نہ تھا جو اس کا ممنون احسان نہ ہو۔ اسی کا بھائی وحید تھا جو امیروں پر شہد سمجھ کر مکھی کی طرح گرتا، اور غریبوں سے لاحول سمجھ کر شیطان کی مانند بھاگتا، نفس کا غلام، مطلب کا بندہ، خوشامد کا عاشق، اعزاز کا شیدا، دنیا کا دوست، دین کا دشمن، آدمی کی اوٹ میں جانور اور مسلمان کے بھیس میں کافر علاقہ واگذاشت ہوا، ہوا تو بے شک وحید کی کوشش اور وحید کی پاؤں توڑی سے، مگر دونو ایک باپ کی اولاد، ایک ماں کے بچے وارث شرعی دونو ہی تھے، وحید نے چپہ چپہ اور تل تل پر قبضہ کر دودھ کی مکھی کی طرح بھائی کو نکال باہر کیا۔ مجید ان جھگڑوں سے الگ تھلگ اور ان معاملوں سے دور رہنے والا آدمی ان چالاکیوں کو کیا سمجھتا تھا، ایک آپ اور ایک بیوی کل دو دم تھے۔ مطلق پرواہ نہ کی، یہ وحید کی علانیہ غلطی اور صریح بے وقوفی تھی، اگر بھائی کی زندگی تک صرف اس کا دل خوش کرنے کو آدھی کیا ساری جائداد اس کو دیدیتا، تو مجید اس قماش کا آدمی تھا کہ غلاموں کی طرح بھائی کا فرمانبردار اور نوکروں کی مانند ہوں پر تیار رہتا۔ مجید کے بعد اور وارث ہی کون بیٹھا تھا، یوں بھی سعید اور وہوں بھی۔ دنیا اور دین دونو کما لیتا مگر دل میں کھوٹ، ایمان میں نقص طبیعت میں خرابی، ترکہ کس کا، اور ورثہ کیا۔ اس کا رہنا بھی گوارا نہ ہوا۔ محلسرا کے ایک کونہ میں دونو میاں بیوی رہتے تھے کھانے سے غرض نہ پہنے سے واسطہ بھائی بھاوج نے جو بھیجدیا وہ کھا لیا، جو بنا دیا وہ پہن لیا، چار پانچ ہزار کا زیور بیوی کے پاس تھا، وہ راہ خدا میں لٹا دیا، اور اب کہ کوئی سہارا تک نہ تھا وحید نے یہ سمجھکر کہ کہیں مجید رنگ نہ لائے اس کا یہاں ٹھہرنا بھی قبضہ

کی ذلیل ہو گی اتنا ذلیل کیا کہ سب کے سامنے منہ در منہ کہدیا، کہ میرے ہاں جگہ نہیں۔
تم کچھ اور فکر کرو، مجید کو کیا عذر ہو سکتا تھا وہ اس دن کے واسطے پیدا ہی نہ ہوا تھا
کہ کسی کو رنجیدہ کرتا، وحید کھڑا دیکھتا رہا اور مجید اپنا اسباب بغل میں مار بیوی کو
چادر اوڑھا ساتھ لے محل سرائے سے چل دیا، خلق کا حلق بند اور دنیا کی زبان روکی
نہیں جا سکتی۔ مجید نے تو پروا نہ کی، اندر رہا تو خوش اور باہر رہا تو خوش۔ مگر لوگوں نے
وحید کو تکو بنانے میں کسر نہ کی وحید کے ایک بزرگ حقیقی چچا تو نہ تھے مگر وہ چچا تھے
جن کی عزت ہمیشہ رشید نے اتنی کی کہ اٹھ کر لیا، اور کھڑے ہو کر ملا۔ یہ سنکر کہ وحید
نے مجید کو محلسرا سے باہر نکال دیا، دنگ رہ گئے۔ آؤ دیکھا نہ تاؤ۔ پاندھی ہاتھ میں لئے
سر پر آ کھڑے ہوئے۔ تھے تو بڈھے اور بڈھے بھی پھونس مگر مرزائی کس بل موجود تھا۔
ڈاڑھی چڑھی ہوئی مونچھیں مڑی ہوئی خضاب لگا ہوا، کمر پٹیا بندھا ہوا، وحید گاؤں کے
کاغذات اور داخل خارج کے مقدمات دیکھ رہا تھا، پشت پر ہوئی آہٹ پلٹ کر دیکھتا
ہے تو مرزا آ کا خون ہی تو خشک ہو گیا، چچا کی حیثیت سے الگ ہو کر بھی مرزا آ کا اس
کینڈے کے انسان اور بگڑے دل آدمی تھے کہ تقریر اور گفتگو کو چھوڑ کر باوجودیکہ بدن
میں رعشہ اور کمر جھک گئی تھی، ہاتھ پاؤں سے بھی وحید جیسے دو کو بہت تھے۔
آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ وحید تو صورت دیکھتے ہی سہم گیا۔ کاغذ چھوڑ چھاڑ اور
آدمیوں کو ہٹا ہٹو دست بستہ کھڑا ہو گیا۔ مرزا صاحب بیٹھ گئے تو گردن نیچی کر سامنے
آ بیٹھا۔ دونو خاموش تھے، کچھ دیر اسی طرح گذری اور پھر مرزا صاحب نے ایک جمائی لیکر فرمایا

مرزا جی کہو بھائی وحید، سنا ہے میاں مجید چلے گئے یہ کیا معاملہ ہے۔

وحید جی ہاں چلے گئے۔

مرزا جی۔ یہ تو میں بھی جانتا ہوں کہ چلے گئے مگر پوچھنا یہ ہے، کہ کیوں چلے گئے۔

وحید۔ وہ تو اپنی ذات سے بہت ہی میاں آدمی ہیں۔ مگر آج کل کی عورتوں کی چال

آپ جانتے ہیں۔ عورتیں کیا بس کی گانٹھ ہیں۔ میں نے ہمیشہ ان کی سہی اور اُف نہ کی۔ اسی لیے کہ گھر کی ہوا نہ بگڑے، اب اس نیک بخت نے یہ فتنہ کھڑا کیا، کہ بڑا کمرہ ہم کو دو نہیں تو ہم جاتے ہیں۔ مجھے تو اس میں بھی عذر نہ تھا، مجید کیا غیر ہیں، اول بھی اُن کا اور آخر بھی اُن کا۔ مگر وہ تو فقط جانا تھا۔ کمرے کا سچ مچ بہانہ تھا، میاں کو ساتھ لے چلی گئیں، سو میں انشاء اللہ جاؤں گا منت کرونگا، ہاتھ جوڑوں گا، مگر لاؤنگا ضرور۔ اب دنیا کو کیا خبر کہ اصلیت کیا ہے، آپ بزرگ تھے دریافت کرنے آ گئے۔ اصلیت معلوم ہو گئی۔ دوسرے تو میرا ہی قصور سمجھیں گے۔ کیوں چچا جان وہ جو نرائن سے سیر کا جھگڑا چل رہا تھا اس کا کچھ فیصلہ ہوا یا نہیں یہ اندھیر کہیں نہیں دیکھا کہ سیر کو خود کاشت بتائے دیتا ہے، میں کیا عرض کروں، فرمائیے تو چار دن میں بدمعاش کو ٹھیک بنا دوں ذرا کاغذات تو مجھے بھیج دیجئے۔

مرزا جی اس سیر اور خود کاشت کو تو معاف کیجے، مطلب کی بات کہیئے۔ جس کے واسطے میں آیا۔ اور جو تم سے طے کرنی ہے، تم میری آنکھوں میں خاک جھونکتے ہو، کل کے بچے اصلی بات اُڑا کر سیر خود کاشت کا جھگڑا لے بیٹھے۔ میں بڈھا ضرور ہوں، مگر یہ نہ سمجھنا کہ سٹھیا گیا، تم جیسے چھوکرے تو میرے ناخونوں میں بھرے پڑے ہیں، مجید اور اس کی بیوی دونو میاں بیوی آدمی نہیں گائے ہیں۔ بھلا وہ بدنصیب تم سے محل سرا کا کیا دعویٰ کرتا اور وہ تقدیر پھوٹی جو ہر حال میں راضی اور ہر رنگ میں خوش کیا فتنہ اُٹھاتی اس کے تو ماں باپ نے کبھی فتنہ فساد دیکھا نہ سنا ہوگا۔ میں پہلے وہیں گیا تھا اور وہیں سے آ رہا ہوں۔ بہتیرا کہا ہر چند سمجھایا، لاکھ کوشش کی کہ مجید آج ہی تم پر تقسیم جائداد کا دعویٰ کر دے اور میں دیکھ لوں کہ تم کس کے بچے ہو کہ مرزا رشید کے مال میں سے مجید جیسے لال کو محروم کر دو، مگر کٹ جائے انکی زبان اور پھوٹے ان کا منہ جو ایک حرف شکایت کا لب پر آیا ہو دونو خوش ہیں اور جس طرح پہلے تمہارے دم کو تھے آج بھی ہیں، گریبان میں

منہ ڈالو اور سوچو واقعات پر نظر ڈالو، اور غور کرو حقیقی بھائی برابر کا بازو اور سر پر بلے کا
سر باپ کی یادگار، ماں کی نشانی مجید اور اس کی بیوی ڈیڑھ گز تنگی میں جہاں پوری چارپائی
بھی بچھ سکے ٹوٹے ہوئے کھٹولے پر پھٹے ہوئے کپڑے پہنے زندگی بسر کریں تم اور اور تمہاری بیوی
تمہارے بچے اس عظیم الشان محلسرا اس جگادھری حویلی اس قلعہ مکان میں میزیں کرسیاں
لگائے دری قالین بچھائے نواڑی پلنگوں پر چادروں اور توشکوں پر پڑے حکومت کرو
تم انسان نہیں پتھر اور مسلمان نہیں کافر ہو۔ بھائی کی غربت اور بھاوج کی مصیبت پر تمہارا
دل نہ پسیجا، وحید پھوٹ جاتی یہ آنکھیں جس وقت دیکھتیں کہ بھائی بیوی کا ہاتھ پکڑے
باپ کے مکان سے نکل رہا ہے اور غارت ہو جاتا یہ دل جب یہ گوارا کرتا کہ پردہ نشین
بھاوج جسکو تیرا باپ پالکی میں بٹھا کر اس در پر لایا تھا بغل میں پچھونا لیے محلسرا سے رخصت
ہو رہی ہے۔ میں ولی نہیں، عالم نہیں، عابد نہیں، زاہد نہیں دنیا میں لتھڑا اور گناہوں
میں آلودہ، مگر میری روح لرز گئی، جب میں نے یہ واردات سنی۔ بتاؤ کس طرح تم کو اس
محلسرا میں اس پلنگ پر نیند آگئی۔ کیونکر تمہارے حلق سے یہ تر نوالے یہ لذیذ کھانے اتر گئے
اس حالت میں اور اس وقت میں کہ بھائی بھاوج کھری کھٹیا پر بھوکے پڑیں۔ مجید وہ
بھولا شخص اور اس کی بیوی وہ سیدھی عورت ہے جس کو دیکھکر کافر کا جی بھی ایک دفعہ
مسلمان ہونے کو چاہ جائے تو اتنا کچھ کر رہا ہے اور اپنی دانست میں بہت کچھ عزت
بہت بڑی صاحبی اور سب سے زیادہ نام پیدا کر لیا مگر ہماری نگاہ میں تیرا اعزاز
تیری وقعت تیرا نام تیری عزت خدا کی قسم دو کوڑی کی۔ عزت مجید اور اس کی بیوی
کی ہے اس مفلسی در غربت میں سارا محلہ پورا ان کا کلمہ پڑھ رہا ہے آج شہر بھر میں ایک متنفس
ایسا نہیں جو انکے پسینہ پر خون بہانے کو تیار نہ ہو جائے میں جانتا ہوں کہ مجید کا خسر
مر گیا مگر یاد رکھ کہ اس کی بیوی بے وارثی نہیں ہے محلہ والے لوگ اگر اڑتی سی
خبر سن پائیں گے تو لکھ لے کہ مغل زادی کے قدموں پر خون کے پرنالے بہ جائیں گے

میں سچ کہتا ہوں مغل اگر بگڑ گئے، تو تیری تکا بوٹی کر دیں گے۔ میں خوب سمجھتا ہوں کہ دنیا تیرے پیچھے پڑ گئی، اور اب تجھ کو سوا ترقی کے کچھ نہیں دکھائی دیتا۔ مگر اچھی طرح سمجھ لے کہ مغل سب کچھ اگلوا لیں گے، وحید اب بھی سنبھل جا۔ ہاتھ جوڑ اُس بھائی کے آگے جو تیرا باپ ہی، اور پاؤں میں گر اس بھاوج کے جس کے ساتھ تیرے باپ کی لاج اور جس کے ہاتھ تیرے دادا کی آبرو ہی۔

آکا مرزا کی تقریر ختم ہوتے ہی کس کا سوال اور کیسا جواب، کہاں کا قیام اور کدھر کا انتظار، سیدھا اُٹھ کا ن دبا، ٹوپی اوڑھ، بھائی کے پاس۔ دونوں میاں بیوی بیٹھے روٹی کھا رہے تھے، وحید کی صورت دیکھتے ہی بھاوج اٹھ کھڑی ہوئی اور کہا۔ آؤ بھائی کھانا کھاؤ۔ دیکھو کیسے مزے کی بینی روٹی ہے چٹنی بھی اسوقت بہار دکھا رہی ہے۔

وحید میں تو کھا کر آیا ہوں بسم اللہ کرو۔

بھاوج۔ ایک آدھ نوالہ تو کھاؤ، دیکھو تو سہی کیسے مزے کی پکی ہے۔

وحید۔ واقعی میں کھا کر آیا ہوں، نہیں تو ضرور کھا لیتا۔

بھاوج میرے کہنے سے ایک ٹکڑا توڑ و تو سہی گرما گرم ہے۔

وحید نہیں اسوقت تو معاف کرو۔

بھاوج۔ اچھا نہیں سہی جانے دو۔

مجید۔ یہ میری اچکن ادھر بچھا دو، اس پر بیٹھ جائیں گے، لو بھائی بیٹھو۔

وحید میں تو اس لیے آیا تھا کہ میں نے کچھ کہا اور تم کچھ سمجھے۔ میں گاؤں چلا گیا تھا، اب جو آکر دیکھا، تو تم یہاں ہو، میری زندگی تک تو ہی تم دونوں میرا ساتھ چھوڑ و نہیں، میرے بعد اختیار ہے۔

مجید اچھا بھئی تو ہم پھر وہیں چلے چلیں۔

وحید۔ ہاں چلئے۔

بھاوج تو ہم ذرا روٹی تو کھالیں ابھی چلتے ہیں۔

وحید ہاں روٹی کھا کر دونو آجائیے۔

وحید یہ کہکر چلا گیا تو دونوں میاں بیوی بہت خوش ہوئے مجید نے بیوی کی طرف دیکھا، اور کہا،

بھائی کی محبت بھی اللہ نے کیا بنائی ہے اس وقت تو ضرورت ہوئی اس لیے گھر خالی کرا لیا، پھر جی گھبرایا تو بلانے آگئے۔

بیوی سید ہے آدمی نہیں تیر میر نہیں آتی، چلو جلدی چلے چلو۔ ایسا نہ ہو وہ راہ دیکھ رہے ہوں۔

مجید اتنا سیدھا، اتنا سچا، اتنا صاف کہ ترکہ گیا، ورثہ گیا، حصہ گیا، حق گیا، گھر گیا، بار گیا، مگر وہ اللہ کا بندہ مصیبت کی گھڑی آکر پڑی تو خاک نہ سمجھا، وحید ایسا ہشیار، ایسا مکار، ایسا کھوٹا، کہ گاؤں لیے محلسرا لی، مال لیا، متاع لیا، زیور لیا، جائداد لی اور پھر بھی چین سے نہ بیٹھا۔ آکا مرزا کی تقریر وحید کی روشنی طبع کے لئے بلا ہوئی اور اسے پورا کھٹکا ہو گیا، کہ سو لیوے تو میرے جیتے ہی جی ورنہ میرے بعد مغل زادے چپکے رہنے والے نہیں، یہ وہ شورہ پشت لوگ ہیں کہ کوڑی کوڑی اور دام دام رکھوالیں پھر بھی چین سے بیٹھیں نہ بیٹھنے دیں، مجید کی زندگی میری تمام امیدوں کا خون اور کل آرزوؤں کو پامال کرنے والی ہے، یہ وہ وقت تھا کہ انسان کی جان گاجر مولی سے زیادہ وقعت نہ رکھتی تھی، اور روز صبح کو چاندماری کے میدان میں بیسیوں باغی بھیڑ بکری کی طرح ذبح ہوتے تھے، وحید کے اشارے کی دیر تھی مجید باغیوں میں گرفتار ہو مقتل میں بھیجا گیا مغلوں نے بہت زور لگائے ہر چند جیسے پیٹے کوشش بھی کی ہفتہ نہیں بھی بلکہ پھانسی سے ایک دن قبل سارے محسن پور نے مجید کی بیگناہی کی شہادت دی مگر وحید کی گرہ

ایسی بودی نہ تھی کہ کہل جاتی جس وقت پھانسی کی خبر مجید کی بیوی صغیرہ کو پہنچی ہے، تو رات کا ابتدائی حصہ تھا، اس کی صداقت دیور کی شرارت کا شبہ بھی نہ کر سکی، روتی ہوئی آئی اور کہنے لگی، سنا ہے صبح کو پھانسی ہو گی وہ تو کسی کے لینے میں نہ دینے میں بھیا تو ہی حاکم سے جاکر کہدے کہ وہ بے قصور ہیں۔

وحید (روکر) بھابی میں تو آج تین دن سے اسی چکر میں پھر رہا ہوں، چار کی ایک پیالی کا گنہگار ضرور ہوں، روٹی اگر کھائی ہو، تو حرام سور، ہر وقت رو رہا ہوں ہائے مجید کو کہاں سے لاؤں۔

دیور کی گفتگو سنکر سہا دل اور بھی پھوٹ پھوٹ کر رویا، کہنے لگی، تو اب بچنے کی کوئی امید نہیں۔

وحید ہاں اب تو اللہ ہی اللہ ہے۔

خاموش ہو کر اپنی کوٹھڑی میں آگئی، تھوڑی دیر بیٹھی ہو گی، کہ جی گھبرا یا۔ باہر نکلی چاند کی روشنی نیم کے درخت سے چھن چھن کر اس کے چہرے پر پڑ رہی تھی اور پتیاں قلب مضطرب کی بے گناہ آرزؤں اور معصوم حسرتوں کو خاموشی سے تک رہی تھیں دل بجھ گیا تھا زبان خاموش تھی اور ایک ایک کو اس امید پر دیکھ رہی تھی، کہ شاید کوئی مجید کو چھڑا لائے۔ دفعتًہ وحید نے آکر کہا، تم پریشان نہ ہو، ممکن ہے صبح کو چھوٹ جائیں میں نے کوشش تو بہت کی ہے، اتنا سنتے ہی اچھل پڑی۔ آدھی رات کا سنسان وقت تھا جب ایک مظلوم عورت ان الفاظ کا یقین کر کے ظالم دیور کے قدموں میں گر پڑی اور کہا:۔

"خدا تیری عمر دراز کرے بھیا ہم تو الگ تھلگ رہنے والے آدمی ہیں، بھلا ہمیں ان باتوں سے کیا واسطہ تو نے بڑا احسان کیا۔ اللہ تیرے بچوں کی عمر دراز کرے" مایوس دل کا امید وار ہونا تھا کہ چہرے کی افسردگی اتنا تھا کہ بدل گئی خیال آیا کہ

روزے سے بھوکے ہیں، وہاں کس نے کھلایا ہوگا، روٹی پکالوں صبح ہی کھلا دوں گی، اُٹھی آٹا گوندھا روٹی پکائی، دال چڑھائی۔ رات گھڑیاں گن گن کر کاٹی اور وقت خدا خدا کر کے گذارا، ادھر موذن نے اللہ اکبر کی صدا دی، ادھر بدنصیب مغل زادی سفید چادر سر پہ ڈال مقتل میں پہنچی آفتاب نکل چکا تھا چاروں طرف پھانسیاں گڑی ہوئی تھیں اور پاہیوں کا گروہ پا بجولاں موجود تھا۔ دور سے دیکھا، اور بے تاب ہو کر قریب پہنچی۔

بیوی چلو اب گھر چلو نا۔

مجید۔ مجھے تو پھانسی کا حکم ہے۔ اب ہوگی۔

بیوی نہیں تو۔ وحید کہتا تھا چھٹ جائیں گے۔

مجید۔ اس کو کیا خبر بچہ ہے، کل حکم ہو گیا۔

بیوی تو یہ کس نے پکڑوایا۔ ہم نے تو خدا گواہ ہے کچھ نہیں کیا۔

مجید۔ خیر مرنا تو ہے ہی جس طرح اللہ کی مرضی ہو۔

بیوی پھر اب کیا ہوگا، ارے بھئی ہم سے تو قسم لے لو، جو ہم نے کچھ بھی کیا ہو، ہم تو غدر کے دنوں میں گھر سے باہر بھی نہیں نکلے۔

مجید۔ بس صبر کرو اللہ ہی اللہ ہے۔

بیوی کھڑی دیکھتی رہی اور مجید پھانسی پر چڑھا دیا گیا۔

بیوی کی نگاہ شوہر کے چہرے پر رہی اور جسد بے جان تختے سے نیچے لٹک گیا لوگ اپنے اپنے مردوں کو لیکر چلے گئے، تو صغیرہ نے شوہر کی لاش دیکھی، اس کے قریب آئی سر اُٹھا کر گود میں لیا اور وہیں گر دادیا۔ اب اس کی دنیا اور دنیا کے تمام تعلقات زندگی اور زندگی کی تمام کائنات یہ ڈیڑھ دو گز زمین تھی۔ جہاں دن رات پڑی رہتی۔ جنگل کی ڈراونی راتیں تنہائی کی وحشت ناک گھڑیاں آتیں اور گذر جاتیں، دن کو جب

بھوک لگتی، تو کبھی شہر کی طرف چلی آتی، ورنہ اسی سمت رخ کر دیتی اور دور نکل جاتی مہمان نواز درخت مسافر نوازی میں کسر نہ رکھتے، اور جو کچھ موجود ہوتا فراخدلی سے قدرت کی اس تصویر کے سامنے رکھتے، جو کائنات کی قابل ناز ہستی تھی۔ جاڑوں کی کڑکڑاتی سردی بادلوں کی آفت ناک گڑگڑاہٹ، بجلی کی قیامت خیز چمک گیدڑوں کی چیخم دہاڑ اور سانپوں کی پھنکار کوئی طاقت ایسی نہ تھی جو صغیرہ سے شوہر کی قبر چھڑوا دیتی جھاڑو نہ تھی مگر اپنے ہاتھ سے اس کو لیپتی پوتتی جھاڑتی پونچھتی۔ کوؤں سے پانی لاتی جنگل سے پھول چنتی اور بے گناہ شوہر کی قبر کو گلدستہ بناتی، خوش ہوتی۔ روتی چومتی اور ہاتھ پھیرتی اور اسی طرح جب نیند کا غلبہ ہوتا تو پائنتی پڑ رہتی۔ جب فتنہ کم اور پھانسیاں موقوف ہوئیں تو یہ قطعہ جہاں ہزارہا بندگان خدا دنیا سے رخصت ہوئے جنگل بیابان رہ گیا، صغیرہ نے خود ہی چاروں طرف کچی دیواریں چنکر لکڑیوں کی چھت بنالی۔ میکے والوں نے بہت چاہا منت کی سماجت کی سمجھایا بجھایا مگر کامیاب نہ ہوئے اور اس طرح صغیرہ بے گناہ شوہر کی قبر پر اپنی زندگی بسر کرنے لگی۔ دنیا کی ہر چیز ترقی کر رہی تھی۔ محسن پور کے جنگل بھی آبادی سے بدلے اور یہ حصہ جہاں برسوں بھی چراغ نظر نہ آتا تھا، گلزار بن گیا۔ ہر طرف آبادی ہوئی دکانیں نہیں مکان بنے، یہ تھی وہ جگہ جو سموسہ کہلاتی تھی اور جہاں دو مکان وحید کے اور یہ چھوٹا سا گھونسلا صغیرہ کا تھا۔

(۸)

مسعود اکبر۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو اس زمین کے دینے میں کچھ عذر ہے مگر یہ تو ثواب کی بات ہے لوگ فائدہ اٹھائیں گے۔ ہم آپ کو اس کی پوری قیمت دیں گے۔

فرخندہ۔ جی نہیں تکلیف نہیں انکی عادت ہی خاموش رہنے کی ہے، ان کو کوئی عذر نہیں ہو سکتا۔ قیمت کی ضرورت نہیں۔ یہ انکی زرخرید نہیں ہے۔ زمین سرکاری ہے۔

وحید - آپ کو ضرورت ہے تو شوق سے لیجئے۔ اس عورت کو میں جانتا ہوں میں اس کو اپنے ہاں جگہ دے دونگا۔

مس واکر آپ خاموش کیوں ہیں، یہ قبر کس کی ہے۔

صغیرہ - میں چلی جاتی ہوں، آپ لے لیجئے۔

مس واکر - آپ اسے معاوضہ پر بہ خوشی دے سکتی ہیں - یہ کس کی قبر ہے۔

صغیرہ میں روپیہ کیا کروں گی، آپ ہی کی زمین ہے لے لیجئے آپ اس قبر کو توڑ دینگی۔

مس واکر - ہاں یہاں ایک پختہ عمارت بنے گی۔

صغیرہ - بہت اچھا۔

وحید - مس صاحب آپ ہندوستانیوں کی عادت سے واقف نہیں ہیں یہ تو عجیب خلقت کے لوگ ہیں جس قدر انسانیت برتئے اسی قدر سر پر چڑھ جاتے ہیں مستری آؤ۔ تاپو، بیٹی تم باہر آجاؤ۔

صغیرہ - یہ قبر ابھی ٹوٹے گی۔

فرخندہ اب ہی ٹوٹے یا کبھی ٹوٹے اس میں رکھا کیا ہے۔ قبر کی پرستش بہت ضروری ہے؟

صغیرہ نہیں تو۔ اچھا لے لیجئے .... یہ قبر ابھی ٹوٹے گی؟

وحید - کہہ تو دیا کہ ہاں۔ اب گھڑی گھڑی پوچھنے کی کیا ضرورت ہے۔

مس واکر، فرخندہ بیگم آپ اتنے اس کام کو شروع کرا دیجئے۔ میں ذرا ادھر ہو آؤں

مس واکر چلی گئی، صغیرہ نکلکر باہر کھڑی ہوئی اور اس کی آنکھوں کے سامنے وہ مٹی کا ڈھیر جس کے پھاوڑے کی ہر چوٹ صغیرہ کے دل پر پڑی برابر ہو گیا۔ جب شام ہو چکی ہے اور مزدور چلے گئے تو وہ ایک فعد رات کے وقت پھر یہاں آ بیٹھی اس کی آنکھوں سے آنسو کے چند قطرے اس مقام پر گرے جہاں مجید کی روح عالم بالا

کو پرواز کیا، اور جہاں اس کا جسد خاکی دبا ہوا تھا، وہ اٹھی اس وقت اس کے قلب کی وہ کیفیت تھی جو پھانسی کے وقت اس پر گذری وہ سمجھتی تھی کہ شوہر ہمیشہ کو چھوٹ گیا اب اس کی ہڈیاں میرے سامنے موجود ہیں ان کو اس کی بجائے گلے سے لگا ؤنگی مگر اس وقت دنیا کی ضرورتیں بدنصیب بیوی کو ان ہڈیوں سے جدا کر رہی تھیں رات اسی طرح گذری اور جب آفتاب سر پر چمکا۔ تو اس زمین کو بوسہ دیا۔ آنکھیں ملیں یہ کہکر چلی اب انشاء اللہ قیامت کے روز ملیں گے

(۹)

فرخندہ کی جوانی چار دنکی چاندنی نہ تھی کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوتی۔ پردہ برائے نام تھا محلہ میں تو مشکل ہی سے کوئی ایسا ہوگا جس نے اسکے چہرہ کی زیارت نہ کی ہو لیکن پر محلے کے لوگ بھی اس فخر سے محروم نہ تھے۔ اس کے لباس کا شہرہ ہر گھر میں پہنچ چکا تھا اس کی گفتگو کا ڈھنگ اس کے ملنے کا طریقہ اس کی بات چیت سب کے کانوں میں پڑی ہوئی تھی۔ وہ بساط تغیر پر اکیلی نہ تھی۔ کچھ اور لڑکیاں بھی اس کی مرید تھیں جو اسطرح کھلم کھلا تو کینچلی نہ بدل چکی تھیں مگر اس کی صحبت یا ہم نشی سے ہتیں اس کے کاموں کو سراہتیں اور اس کے اطوار کو سر آنکھوں پر رکھتیں۔ بیچارے سیدھے سادے مغلوں کی تو ہستی کیا تھی کہ اس کی شادی کا خیال بھی دل میں لا سکتے، اس کی کھپت اگر ہو سکتی تھی تو انہی لوگوں میں جو اس کی زندگی کے مداح اور اس کے اعمال کو جائز سمجھتے تھے اور جن کی زبان و قلم سے ترقی قوم کے ساتھ پہلا فقرہ یہ نکلتا تھا کہ جب تک لڑکیاں تعلیم یافتہ نہ ہوں لڑکوں کی تعلیم فضول ہے۔ مگر جنہوں نے کبھی یہ نہ فرمایا کہ لڑکیوں کو تعلیم کس ذریعہ سے دیجائے گی۔ اسی گروہ کی خواہشیں تھیں ان ہی لوگوں کے پیغام تھے ان ہی کی منت سماجت تھی اور ان ہی کی فریفتگی دگر دیدگی، وحید کا خیال بھی کچھ چھپا ڈھکا نہ تھا، کہ میری رائے میں خاندان کی تلاش، حسب نسب کی پرچول، ذات پات

کی ٹٹول فضول ہی۔ لڑکا پڑھا لکھا ہو، صورت شکل کا ہو۔ ذاتی جوہر ہوں۔ کنبہ والے تو اتنا سنتے ہی کنارے ہوئے اور اگر کسی نے بے غیرت بنکر کہا بھی تو اپنا سا منہ لیکر چپکا ہو گیا۔ ہاں منظور ہوئی تو درخواست ایک نومسلم کی جس کے باپ کا پتہ نہ دادا کا نشان مگر بی اے تھا وکیل تھا اور ڈھائی تین سو روپے ماہوار کما بھی لیتا تھا۔ میاں بیوی ایک دوسرے سے بے خبر بھی نہ تھے، نصیر فرخندہ کو اور فرخندہ نصیر کو ایک دو دفعہ نہیں بارہا دیکھ چکے تھے، اور گو ٹھیک نہیں معلوم، مگر تعجب کیا ہے کہ ایک آدہ دفعہ بات چیت بھی ہو گئی ہو، کیونکہ مشن کے کاموں میں نصیر کا حصہ بھی فرخندہ سے کم نہ تھا، فرخندہ کی ماں کہنے کو تو وحید کی بیوی تھی اور امید بھی یہ تھی کہ وحید اور فرخندہ کی صحبت سے پورا نہیں تو نیم ٹر تو بنا ہی دیا ہوگا۔ مگر اس بدبخت پر بچپن کا کچھ ایسا رنگ چڑھا تھا کہ وحید کی عمر سمجھاتے گذر گئی، بگڑا اور خفا ہوا۔ سمجھا کر اس نے کہا، بجھا کر اس نے کہا۔ چمکار کر کہا منت سے کہا مگر اس اللہ کی بندی پر اثر نہ ہوا، وحید اور فرخندہ دونو باپ بیٹیاں اس کی نماز پڑھتے اس کے وظیفوں پر لوٹتے، مضحکہ اڑاتے ٹھٹھہ لگاتے مگر وہ چھپکر آنکھ بچا کر کوٹھڑی میں جاتی۔ کمرہ میں پہنچتی اور فرض ادا کر لیتی، بات قریب قریب پختہ ہو گئی تو نصیر نے لیڈی ڈاکٹر کو اس غرض سے بھیجا کہ وہ فرخندہ کی صحت کا اطمینان کرے اور اس کی تعلیم وغیرہ کے متعلق رائے دے، منظرباں کی نگاہ میں وہ یہی معنی رکھتا تھا جیسے لڑکے والیاں بات ٹھہرانے اور لڑکی کو دیکھنے کے واسطے آتی ہیں۔ وحید نے بیٹی کی موجودگی میں بیوی سے صرف اتنا کہدیا کہ مسٹر نصیر کا خط آیا ہے۔ آج ساڑھے تین بجے لیڈی ڈاکٹر لڑکی کو دیکھنے آئیں گی۔

فرخندہ کے دل کی کیفیت تو آگے چلکر معلوم ہوگی کہ باپ کے الفاظ نے اس پر کیا اثر کیا مگر ماں بیچاری کے تو ہاتھ پاؤں پھول گئے، اس کی حالت اس طالب علم سے کم نہ تھی جو امتحان کے واسطے رات بھر جاگتا اور اللہ اللہ کرتا ہے۔ بیٹی کو پاس بلایا

اور منہ پھیر کر تمام زیور ڈھیلے پائچوں کا پاجامہ نیشنین کرتا اور دوپٹہ دیا۔ ساتھ ہی دبی زبان سے یہ بھی کہدیا جب میں ان کو لیکر تمہارے کمرے میں آؤں تو چپکی بیٹھی رہنا سلام تو جھک کر ضرور کر لینا مگر منہ سے کچھ نہ کہنا۔ ایسی ہی وہ بہت سر ہوں تو ایک آدھ بات کا وہ بھی رک رک کر جواب دینا۔ باقی سب باتوں کا جواب میں خود دے لونگی۔

بیٹی کو ہدایت کر کے دلہن کی اماں گھر کی جھاڑ و بہار و میں مصروف ہوئیں ٹھیک ٹھاک کر چکیں تو خیال آیا مٹھائی دیکھئے کتنی لاتی ہیں سینیاں باہر نکال لوں۔ آٹھ سینیاں و خوان نکال کر باہر رکھے کنگھی کی کپڑے بدلے اور تیاری سامنے رکھ گاؤ تکیہ کے آگے ہو بیٹھیں وقت مقررہ پر لیڈی ڈاکٹر تشریف لے آئیں یہ نام تو وحید کی زبانی بیوی نے سن لیا تھا مگر اس کا ذہن اس طرف قطعاً منتقل نہ ہوا کہ صرف ایک بیوی اور وہ بھی سایہ پہنے اور ہیٹ لگائے سر پر آ کھڑی ہونگی۔ کرسیاں خدا کی عنایت سے گھر میں درجنوں اور کوڑیوں موجود تھیں۔ مگر اس کمرہ میں کوئی نہ تھی لیڈی ڈاکٹر سوچ رہی تھی کہ کرسی آئے تو بیٹھوں۔ فرخندہ کی ماں منتظر تھیں کہ یہ بیٹھیں تو باتیں کروں اتنے میں سامنے کا کمرہ کھلا اور فرخندہ کاسنی ساڑھی گلابی بلاؤس زیور کا چھلا تک نہیں سر گندھا۔ جوڑا بندھا گوڈ ایوننگ گوڈ ایوننگ کہتی ہوئی باہر نکلی دو لوٹنے ہاتھ ملایا اور فرخندہ نے جھٹ دو کرسیاں منگوا ایک پر آپ ایک پر لیڈی ڈاکٹر، اماں بیچاری بیٹی کا منہ ہی تکتی رہیں اور ششدر ہو گئیں مگر بیٹی یا لیڈی ڈاکٹر نے بات تک تو درکنار ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھا بہتر کی لات گھٹنوں تک چاندی کی گلوریاں الائچیوں سمیت کشتی میں رکھ لیڈی ڈاکٹر کے سامنے پیش کیں اور کہنے لگیں زردہ بھی دوں

لیڈی ڈاکٹر۔ تھینکس تھینکس۔ ہم پان نہیں کھاتا ہے۔

فرخندہ آپ کی عقل کو کیا ہو گیا۔ بھلا یہ لوگ پان کھاتے ہیں۔

اماں بیچاری شرمندہ و خجل سر نگوں خاموش تھیں۔ کہ ان دونو کی گفتگو شروع ہوئی

لیڈی ڈاکٹر آپ کی صحت کیسی رہتی ہے، کوئی شکایت تو نہیں۔

فرخندہ۔ بہت اچھی کوئی شکایت نہیں۔

لیڈی ڈاکٹر میں آپ کے لنگ وغیرہ دیکھنے چاہتی ہوں۔

فرخندہ۔ نہایت خوشی سے لیجئے۔

لیڈی ڈاکٹر ہاں بالکل صاف ہیں میں چاہتی ہوں کہ آپکا کچھ سلائی وغیرہ کا نمونہ دیکھوں

فرخندہ۔ ضرور ضرور ابھی لیجئے، دیکھئے یہ کروشیہ کا کام ہے، یہ کڑھت ہے، یہ سلائی ہے

لیڈی ڈاکٹر۔ بہت اچھا۔ بہت اچھا۔

فرخندہ یہ تمام اطمینان نہایت ضروری تھا لیکن میں ممنون ہونگی اگر آپ فرماسکیں کہ مسٹر نصیر کی صحت آپ کی رائے میں کیسی ہے؟

لیڈی ڈاکٹر۔ میں نے کبھی ان کو اس خیال سے نہیں دیکھا لیکن جب سے میں اُن کو جانتی ہوں میں نے ان کو کبھی بیمار نہیں پایا۔

دلہن کی اما اب تک تو دنگ ہی تھیں۔ مگر جب فرخندہ نے مسٹر نصیر کہا تو اُن کو سناٹا آگیا سر پکڑ کر بیٹھ گئیں، خاموش تھیں، غصہ کے مارے پریشان تھیں بس نہیں چلتا تھا کہ بیٹی کو کچا کھا جاتیں۔ بہتیرے ہی دانت پیسے، اشارے سے منع کیا۔ آنکھیں نکالیں تیوری پر بل ڈالے مگر فرخندہ نے یہ بھی نہ سمجھا کہ ماں بیٹھی کیا رہی ہے اور کہتی کیا ہے لیڈی ڈاکٹر چلنے لگی تو ماں بیچاری جوتی ہی ڈھونڈتی رہی اور فرخندہ دروازے تک پہنچا ہاتھ ملا۔ گوڈ بائی کہہ کر واپس آگئی۔

فرخندہ غضب خدا کا۔ اس قدر ذلت اسی رسوائی۔ ایسی بد نامی تم سے کہا کس کم بخت نے تھا۔ کہ تم یہاں بیٹھی رہو جب خدا نے تم کو اس قابل نہیں بنایا تو یہاں موجود رہنے کی کیا ضرورت تھی۔

ما۔ بیٹی بچمان بیٹے پر سے غیرتی کی انتہا اپنا منہ پیٹ لول ، بہ کہا الو دا حاوُن کیا

کروں توبہ توبہ یہ اندھیر یہ غضب، یہ قیامت کواری بچی اور ایسا دیدہ دلیر خدا دشمن کا بھی نہ کرے۔ بازار والیوں کو بھی مات کیا۔

فرخندہ - بس بس فضول گفتگو مطلق نہ کرو۔ خاموش خاموش۔

(۱۰)

واکر ہال کے جلسہ سنگ بنیاد میں جس کی سکرٹری فرخندہ نصیر الحق تھی ہندو مسلمان پارسی عیسائی ہر قوم کی عورتیں شریک تھیں جلسہ کا انتظام آٹھ روز پہلے سے شروع ہو گیا تھا۔ رنگ برنگ کی جھنڈیاں، بیلیں اور پھول چاروں طرف ہوا میں لہرا رہے تھے، شامیانوں کے نیچے کرسیاں دریوں پر فینسی اسٹول میزوں پر خوبصورت گلدستے غرض وہ آراستہ سے بول رہا تھا۔ بیویوں کی زرق برق پوشاکیں ساریاں اور ساڑے ہر طرف جگمگا رہے تھے۔ بنت الوقت سر سے پاؤں تک سوا اس کے کہ رنگ گورا نہ تھا کسی طرح مس اگرے کم نہ تھیں۔ مسلمان عورتوں میں صرف بنت الوقت ہی اکیلی نہ تھی اور بھی دس بارہ اس کی ہمخیال لڑکیاں کواری بھی اور بیاہی بھی ادھر ادھر چلتی پھرتی تھیں ٹھیک ایک بجے کلکٹر صاحب کی میم آ پہنچیں مس اگرا اور بنت الوقت نے دروازے میں ہاتھ ملایا اور باتفاق رائے وہی صدر جلسہ قرار پائیں۔ سب سے پہلے مس واکر نے افتتاحیہ تقریر کی جس میں بنت الوقت کی اعانت کا خصوصیت سے شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد بنت الوقت نے تعلیم نسواں پر لکھی ہوئی تقریر پڑھی اور سب کے بعد صدر جلسہ نے بنت الوقت کو سونے کی گھڑی عطا فرمائی۔

جب جلسہ ختم ہوا اور بیبیاں چلنے لگیں تو بنت الوقت نے اعلان کیا کہ آج بعد نماز جمعہ جلسہ مولود شریف ہے اور امید ہے کہ مسلمان بہنیں شریک ہو کر اس جلسہ کی رونق بڑھائیں گی اور کوشش کریں گی کہ دوسری بہنیں بھی شریک ہوں۔

مولود میں مسلمان عورتیں کچھ زیادہ نہ تھیں، مگر سب لیتی [illegible]

ہوئی کہ آج بنت الوقت کے یہاں مولود ہے تو بنت الوقت یا وحید کی وجہ سے نہیں ذکر ولادت کی خبر سنکر بالخصوص اس وجہ سے کہ استانی رابعہ سلطان کا سکہ عقیدہ میں بیٹھا ہوا تھا اور وہ تین سال کے بعد بیت اللہ سے تشریف لائی تھیں سینکڑوں عورتیں جمع ہو گئیں رابعہ سلطان سیدھی آدمی پکی مسلمان اس بیچاری کے فرشتوں نے بھی بنت الوقت کے ڈھنگ نہ دیکھے تھے تین مہینے سے آئی ہوئی تھیں اور اس کے حالات سن سن کر خدایا وہ آرہا تھا عشیرہ کی کیفیت سنکر تو تھر تھر کانپنے لگیں کئی دفعہ ارادہ کیا کہ جاؤں دیکھوں تو سہی کیا ڈھنگ ہیں مگر جب یہ سنا کہ دروازے پر پہرا کرسی پر چوکیدار اطلاع کی ضرورت اجازت کی حاجت اس پر کئی فہرست شرط اور حد وغیرہ تو دل مار کر بیٹھ گئیں۔ اب جو بنت الوقت نے خود ہی یہ پرچہ لکھ کر بھیجا۔

وحید منزل ۱۵؍ اکتوبر

ڈیر استانی رابعہ میں آج شام کو اپنی چند سہیلیوں کو چاء پہ بلا رہی ہوں اس کی غرض زیادہ تر یہ ہے کہ محسن پور کی مسلمان بیویاں جو تعلیم نسواں کو عیب سمجھتی ہیں ہماری کوششوں کو وقعت سے دیکھیں اور سمجھ جائیں کہ جب تک وہ اس طرف توجہ نہ کرینگی مسلمانوں کی ترقی محال ہے، آپ خوب اچھی طرح جانتی ہیں کہ جب تک مائیں پڑھی لکھی نہ ہونگی ان کی گودوں سے معقول بچے پیدا ہی نہیں ہو سکتے۔ بدقسمتی سے ان جاہل اور لکیر کی فقیر عورتوں کو سوا مذہب کے اور کوئی چیز اپنی طرف مائل نہیں کر سکتی اسی لیے میں نے مولود کا اعلان کیا ہے تا کہ بیویاں کثرت سے جمع ہوں اور آپ سے درخواست کرتی ہوں کہ آپ پیغمبر اسلام کا معمولی ذکر کرنے کے بعد مقصد اصلی کی طرف توجہ فرمائیں اور اس طرح ہم لوگوں کا ہاتھ بٹا کر ممنون کریں۔

آپ کی صادق

فرخندہ (بنت الوقت)

یہاں ان میں پیہ

استانی اس خیال سے بہت خوش ہوئیں کہ اس بہانے جانے کا موقعہ ملا، مگر بنت الوقت کی تحریر پڑھ کر تن بدن میں آگ لگ گئی۔ جہاں اس نے پیغمبر اسلام لکھا تھا اس جگہ کو بوسہ دیا، سر آنکھوں پر رکھا اور مغرب کی نماز سے فراغت پاتے ہی وہاں جا پہنچیں، اطلاع ہوئی تو ایک ماما نے ڈولی سے اتروا کر علیحدہ کمرے میں لیجا کر بٹھا دیا اور صرف اتنا کہا آپ تشریف رکھیں آدھ گھنٹہ تک استانی جی خاموش بیٹھی رہیں پھر کسی نے آکر بات نہ پوچھی اس کے بعد بنت الوقت کے آنے کی اطلاع ہوئی تو استانی جی یہ سمجھ کر کہ سامنے کی بچہ ہو گلے لگاؤں گی اس غرض سے اٹھیں مگر بنت الوقت داخل ہوئی تو صرف اتنا کہکر ہاتھ ملا لیا۔ ....

......"استانی صاحب سلام آپ بہت جلد آگئیں تقریر کے واسطے نو بجے کا وقت مقرر ہے ابھی آٹھ نہیں بجے۔ میں خود بھی اپنی تقریر تیار کر رہی ہوں۔ اس لئے فرصت کم ہے۔ میں آپ سے ٹھیک نو بجے ملوں گی۔"

استانی جی منہ ہی دیکھتی رہیں اور بنت الوقت یہ جا وہ جا۔ ساڑھے آٹھ بجے عشاء کا وقت تھا مگر جانماز نہ تھی نہ وضو کو پانی اور کیوں ہوتا اس سرے سے اس سرے تک سب ایک ہی رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے۔ خود ہی باہر نکلیں پانی لیا، وضو کیا جانماز مانگی تو مامائیں ایک دوسرے کا منہ تکنے لگیں استانی جی بھی سمجھ گئیں، اپنا برقعہ بچھا کر نماز پڑھی، پڑھ چکیں تو طلبی ہوئی، وہاں جا کر دیکھتی ہیں تو کمرہ بیویوں سے کھچا کھچ بھرا پڑا ہے، ایسی بھی تھیں جو سچے دل سے اٹھیں عزت سے ملیں اور خوش ہوئیں ایسی بھی تھیں جو صورت دیکھکر مسکرائیں وضع کا مضحکہ اڑایا انہیں سب سے پہلے بنت الوقت کی تقریر ہوئی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہم مسلمان ہیں اور جب تک مسلمان رہیں گے ترقی نہیں کر سکتے۔ ہماری حالت دوسری قوموں کے مقابلہ میں کتنی ذلیل، کس قدر پست کیسی قابل افسوس ہے مگر کیسے تعجب اور حسرت و حیرت کا مقام ہے کہ ہمارے حضور کو [illegible]

نہیں چلتی، اور کبھی بھول کر بھی ہم کو اپنی ترقی کا خیال نہیں آتا، احساس کا مادہ جس پر قوم کی ترقی کا دارومدار ہے ہم میں سے بالکل مفقود ہو گیا۔ حد یہ کہ دوسری بہنیں جو ہماری ہم قوم نہیں ہم وطن نہیں، ہماری حالت پر رو دیں اور ہماری ترقی کے لئے کوشش کریں یہ سات سمندر پار کی رہنے والیاں اپنا عیش و آرام چھوڑ چھاڑ ہمارے ساتھ لپٹی رہیں، ہاتھ پاؤں سے، روپے پیسے سے کسی طرح ہم سے باہر نہیں، اور ہماری کیفیت یہ ہو کہ خود ترقی کرنا تو درکنار دوسروں کے احسان کا معاوضہ بھی لعن طعن سے کریں۔ میں نے آج کے جلسہ میں کس قدر افسوس کے ساتھ دیکھا کہ ہر قوم کی خواتین حصہ لے رہی تھیں مگر نہ تھیں تو مسلمان عورتیں اگر تھیں بھی تو اتنی جتنی آٹے میں نمک۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم نے مذہب ہی کو چھوڑ دیا جو ترقی کا سرچشمہ تھا۔ مگر آپ یاد رکھئے جب تک آپ اسلام کے اصول سر آنکھوں پر رکھیں گی، ترقی ممکن نہیں، آپ کو استانی صاحبہ بتائیں گی کہ پیغمبر اسلام کے کارنامے کیا تھے اور انہوں نے مسلمانوں کو کیا رستہ بتایا ہے۔

اتنا کہہ کر تنگیٔ وقت بیٹھ گئیں تو استانی صاحبہ اٹھیں، انہوں نے سب سے پہلے درود شریف پڑھی اور حاضرین سے درخواست کی کہ وہ بھی پڑھیں۔ اس کے بعد فرمایا۔

عزیز بہنو! تعلیم نسواں کی بابت یہ خیال کرنا کہ اسلام نے اس کی اجازت نہیں دی صریح ظلم ہے۔

اسلام نے اس کو ضروری بیان کرنے میں کسی جنس کی تخصیص نہیں کی مسلمان عورتیں بلحاظ علم پر آفتاب و ماہتاب کی طرح چمکی ہیں۔ اگر آج مسلمانوں میں پڑھی لکھی بیبیاں نہیں ہیں تو اس کو اسلام سے واسطہ نہیں مسلمانوں کی بربادی کا بڑا سبب محض بے تعلقی مذہب ہے اگر آج مسلمان مسلمان ہو جائیں تو دنیا بھر کی خوبیاں اور سارے جہان کی بھلائیاں ان میں پیدا ہو جاتی ہیں، ان کا فرض تھا کہ وہ اس جوہر آبدار کو

سینے سے لگاتے اور اس کے احکام سر آنکھوں پر رکھتے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ آج مسجدیں ان کو رو رہی ہیں، خانقاہیں ان کے کہرام میں مصروف ہیں اور جو در و دیوار مسلمانوں کے نعرۂ توحید اور خضوع و خشوع سے گونجتے تھے وہاں آج فاختہ کی کو کو بربادی اسلام کا نالہ کر رہی ہے اب تک یہ مصیبت مردوں ہی تک موقوف تھی مگر اب عورتیں بھی اس میں لپٹ رہی ہیں اور جو ترقی کی کوشش سمجھی جا رہی ہے وہ مکمل تباہی کی ابتدا اور کامل مصیبت کا آغاز ہے۔ میں خوب جانتی ہوں اور یہ میرا عقیدہ اور یقین ہے کہ خواہ آفتاب بجائے مشرق کے مغرب سے طلوع کرے اور تارے رات کے بدلے دن کو چمکیں مگر اسلام کی پیشین گوئیاں اور مخبر صادق کا ارشاد اٹل ہے اور وقت آن پہنچا ہے کہ اسلام سوا چند فقیر دل غریبوں مسکینوں کے جن کو روٹی تک نصیب نہ ہوگی دوسری جگہ دکھائی نہ دیگا۔ یہ ہنسنے کا نہیں رونے کا وقت ہے کہ ترقی قوم کی باگ ان لوگوں کے ہاتھ میں ہے، جو اسلام سے ہزاروں کوس دور ہیں اور دوسروں کو دھوکا دینے اور پھنسانے کے واسطے یہ ثابت کرنا چاہتی ہیں کہ وہ مذہب کے ماہر نہیں ہیں۔ بی بی [illegible] کو فرماتی ہیں کہ جب تک ہم مسلمان نہیں ہوں گے ترقی نہیں کر سکتے، یہ ہاتھی کے دانت دیکھنے کے اور، دکھانے کے اور، قابل لعنت اور لائق ملامت۔ دعوے وہ اور عمل یہ اقوال ایسے اور اعمال ایسے کہ یہ مسلمان کا گھر، مسلمانوں کا جلسہ اور جا نماز تک موجود نہیں ضرورت تھی کہ اس گھر کے چپے چپے اور کونے کونے سے اسلام کی شان ظاہر ہوتی مگر حالت یہ ہے کہ گھر کے اسباب، گھر والیوں کے لباس سے، ٹھاٹھ سے، سامان سے رہنے سہنے، کسی چیز سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسلمان کا گھر ہے؟ اس پر غضب یہ کہ مذہب کا وجود ہی اور اسلام کی آئندہ پیروی [illegible] جائے یہ جلسہ جس میں مذہب کا یہ حشر ہو، بی بی [illegible] شکایت کرتی ہیں کہ دو پہر کے جلسہ میں مسلمان عورتیں نہ تھیں، مگر بی بی دوسروں کی حالت پر کیوں غور کریں ہم اپنے گھر کو دیکھتے ہی غور [illegible]

روپیہ دیا پیدا دیا، گھر میں ماما ڈیوڑھی پر نوکر، سائبان میں گاڑی، اصطبل میں گھوڑا، جو کہو وہ ٹھیک، جو کرو وہ تھوڑا۔ اگر سارا مسٹر پور مرزا وحید اور بنت الوقت نہیں۔ ہم ان کو اپنے کاموں سے، گھر کے دھندوں سے، بچوں کی پرورش سے، شوہر کی خدمت سے، خانہ داری کے انتظام سے، معاملات کی دیکھ بھال سے اتنی فرصت نہ ضرورت کہ ان جلسوں میں جہاں زیور کی جگمگاہٹ اور کپڑوں کی ٹیپ ٹاپ کے سوا کچھ نہ ہو، شریک ہو سکیں۔ بنت الوقت بی بی تم مسلمان ہو اور چاہتی ہو کہ میں سرور کائنات کے حالات اس وقت بیان کروں مگر کیا کروں گی جانے دو میری آنکھ سے آنسو نکل پڑے، جب میں نے دیکھا کہ ایک مسلمان لڑکی اس ذات پاک کو جو مسلمانوں کا سرتاج ہے، صرف پیغمبر اسلام لکھ رہی ہے اور یہ سمجھ کر کہ مسلمان اس نام کے عاشق اور دیوانے ہیں بہانے سے بلا کر اپنا مقصد پورا کرتی ہے اس سے زیادہ نازک وقت اسلام پر کیا آئیگا، کہ مادر گیتی جس انسان کا مثل نہ پیدا کر سکی اس کے ساتھ مسلمان یہ سلوک کریں اور پھر مسلمان بننا چاہیں اور مسلمان ہونے پر فخر کریں۔ میں واقف ہوں کہ بہت سی بیبیاں مشتاق ہیں کہ میں حضور اکرم کی پاک زندگی کے کچھ حالات بیان کروں اور میری خاموشی دل شکنی ہوگی مگر میں اپنی طبیعت سے مجبور اور عادت سے لاچار ہوں، میرا دل نہیں چاہتا، میری طبیعت گوارا نہیں کرتی کہ میں اس موقعہ پر جہاں ایسے منافق موجود ہوں ان اوقات کی توہین کروں اور اس پاک ذات کے حالات سناؤں جو حیوانوں کو انسان اور کافروں کو مسلمان بنا گئی۔ یہ آپ ہی رسول اکرم صلعم کا صدقہ اسی ذات کا طفیل ہے کہ تم جس وقت صرف اتنی تھی کہ ماں باپ کے گلے گھونٹ دیں، جانوروں سے بدتر اور غلاموں سے ذلیل تھیں، آج جیتی جاگتی برابر کی شریک اور گھر کی ملکہ بنی بیٹھی ہو۔ بیبیو ہاتھ اٹھاؤ اور درود پڑھ دعائیں مانگو اور التجا کرو۔

مدینہ طیبہ کی خاک پاک میں آرام کرنے والے دولہا منور تجھ پہ ہزار ہزار ہماری ہستیاں

زار کو دیکھ، جب دنیا نے ہماری آنکھیں خیرہ، ہمارے دل اندھے، ہمارے دماغ بیکار، ہماری حالت خراب کر دی، سجا جن ہماری اخلاقی سبھیں اُجڑ گئیں ہمارے مذہبی پھول مرجھا گئے ہمارا زیور چوری، ہمارا لباس برباد اور ہماری صحبتیں چو لیا زوال خزانوں سے مالا مال تھیں آج تاخت و تاراج ہیں۔ ہمارا جہاز خطرہ میں ہماری کشتی طوفان میں ہے۔ اے امت مرحومہ کے نگہبان اب ہم تیرے کرم کے محتاج اور تیری عنایت کے خواستگار ہیں ہمارا بیڑا پار کر، تیری ذات پاک بیکسوں کا سہارا، غریبوں کا گذارہ، اسلام تیرے در سے کلام اللہ تیرے گھر سے، مظلوموں کی حمایت تیرا شیوہ مسکینوں کی اعانت تیری عادت خزائن دنیا تیرے دم سے دولت دین تیرے قدم سے رعیت کے بادشاہ، بادشاہوں کے شہنشاہ بے کس کنیزوں کی گنہگار لونڈیوں کی جو تیرے حضور میں حاضر تیرے دربار میں سرنگوں دست بستہ کھڑی ہیں، التجائیں قبول کر، دعائیں شرف دے، دنیا اور دین کے مالک طیبہ کے سدا بہار پھول، شب معراج کے نوشہ اسلام کی جان، مسلمانوں کے ایمان، خدا کے مہمان بہترین انسان، مخلوق سے اعلیٰ ملائکہ سے افضل پیغمبروں میں آخر نبیوں میں اول۔ ہماری حالتوں پر رحم۔ ہماری تکلیفوں پر کرم۔ آ قا خدمت الٰہی میں گرفتار رکھ، اپنی محبت میں سرشار رکھ، شفیع المذنبین نیکوں میں حشر، اسلام پر موت سن مولا سُن اُنکی جنکا وارث تو جنکا مالک تو جنکا حاکم تو، جنکا آقا تو۔

(۲۱)

ڈیر حسین بی۔ میں یہ سنکر بہت خوش ہوئی کہ تمہارے پاپا ایسے خطرناک سفر سے مع الخیر واپس آگئے اور تم اب ایک حاجی جی کی بیٹی ہو گئیں۔ میں ممنون ہوں کہ تم نے اس موقعہ پر بھی مجھے یاد رکھا لیکن میں تمہیں یقین دلاتی ہوں کہ یہ سب تحائف میرے واسطے بالکل بیکار ہیں۔ حالانکہ تمہاری نگاہ میں ان کی بہت کچھ وقعت ہو اس لیے میں شکر گذاری کے ساتھ واپس کرتی ہوں اور درخواست کرتی ہوں کہ آپ ان کا بہتر استعمال کرتی

آپ کو معلوم ہے کہ میں نے عمر بھر کبھی سرمہ نہیں لگایا، اس لئے یہ میرے واسطے بے سود ہے۔ پانی جو اس ٹین کی ڈبیا میں بند ہے میں نہیں کہہ سکتی کہ صحت کے واسطے مفید ہوگا یا نہیں اور میں افسوس سے لکھتی ہوں کہ باوجود کوشش کے رغبت نہ ہوئی اسی طرح کھجوریں بھی۔ مجھے امید ہے کہ آپ معاف فرمائینگی اور ان کو ایسے لوگوں کو دینگی جو پوری پوری قدر کر سکیں۔ اب میں آپ کے ارشاد کے موافق آپ کی دعوت میں خوشی سے شریک ہونگی اور وقت مقررہ پر پہنچ جاؤں گی۔

شام کو چار بجے بنت الوقت حسین بی کے ہاں جا پہنچیں۔ پردہ اول تو کوارپنے ہی میں برائے نام تھا اور شادی کے بعد تو کیفیت یہ تھی کہ کبھی ہی اشد ضرورت یا مجبوری ہوئی تو نقاب منہ پر ڈال لی، ورنہ کھلے بندوں پھرتی اور آزادانہ نکلتی۔ ڈولی کا تو شاید اس کو عمر بھر اتفاق نہ ہوا ہوگا۔ پہلے بند گاڑی تھی اب ٹم ٹم۔ پہنچی اس طرح کہ آنکھوں پر عینک، منہ پر پوڈر ٹخنوں سے اونچے منڈے، ٹانگوں میں ساید، جوڑا بندھا، ہاتھوں میں دستانے کاجل اور سر سے پاں درستی، توبہ توبہ نعوذ باللہ، سر بھی اللہ کی عنایت سے ایسا گنجا ہوا تھا کہ سب سکتے میں رہ گئے۔ حسین بی بیچاری کے والد تھے اگلے زمانے کے جہاں کرسی فرشتوں نے بھی نہ دیکھی ہوگی۔ سفید چاندنی اور قیمتی قالینوں پر بیویاں جمع تھیں بنت الوقت نے چھوٹتے ہی حسین بی سے ہاتھ ملایا ادھر دیکھا ادھر دیکھا، کرسی تھی تو پھر پیچھے ہی بیٹھ جاتی مگر بوٹ کا اتارنا بڑی مصیبت تھی۔ ارادہ کیا کہ الٹے ہی پاؤں لوٹ جاؤں مگر جانا کیا آسان تھا بیویاں سر ہو گئیں اور زبردستی بوٹ اتروا فرش پر بٹھا دیا۔ میراثنیں موجود تھیں اور خوب لہک لہک کر گا رہی تھیں لاجی میرے بھائی کا طالع [illegible] جو تھا بلا لو اور وقت پر خوب سوجھی وجادتی نہ کوٹھری میں گھس گئیں آئیں تو سفید داڑھی لگا سر پر گڑی باندھ دینے دوسری بن آنکھوں پر عینک لگا بگلے کی طرح ہاتھ پاؤں پلے اسطرح باہر نکلیں [illegible] اور ایسے ہاتھ [illegible]

ساتھ والیاں بڑے میاں بہت سلام والیکم۔ پیر مرد۔ والیکم بھائی والیکم

ساتھ والیاں۔ یہ آپ چاروں طرف کیا ڈھونڈ رہے ہیں کچھ کھو گیا؟

پیر مرد۔ ہاں ہاں ہاں بھائی ہاں۔

ساتھ والیاں کیا ڈھونڈھ رہے ہیں حضرت آپ۔

پیر مرد کیا بتاؤں بھائی کچھ نہیں کہہ سکتا۔

ساتھ والیاں۔ اجی حضرت کچھ تو فرمائیے۔

پیر مرد۔ اے بھائی (بکری کی طرف اشارہ کرکے) اس کی والدہ بھاگ گئی ہیں، ان کی تلاش میں بڑھا ہو گیا، کہیں نہیں ملتیں۔

ساتھ والیاں کیا نام ہے ان کا کچھ اتا پتا بتایئے۔

پیر مرد۔ نام تو اللہ رسول کا ہوتا ہے مگر ان کے تو دو نام ہیں اصلی نام تو ہائے کیا بتاؤں دیکھو کسی کا کلیجہ تو منہ کو آتا ہے میری تو خیال کرنے سے کلیجی اور تلی پھیپھڑا اور گردے سب زبان میں لپٹ گئے ہائے ہائے وائے ہائے نہیں بتایا جاتا۔

ساتھ والیاں۔ صبر کیجئے بڑے صاحب صبر کیجئے۔ اللہ آسان کرے گا، بچھڑوں کو وہی ملاتا ہے، ان کا نام تو بتایئے۔

پیر مرد۔ ابھی تو سارا الغو یا لمغو یا منہ ہی میں ہے ان کا نام تو تھا "تعلیم نسواں بیگم" اور میں پیار سے چڑ غیلی چڑ غیلی کہا کرتا تھا۔

ساتھ والیاں اور یہ آپ کے ساتھ جانور کیا ہے۔

پیر مرد۔ جانور ہو گی تم، یہ تو تعلیم نسواں بیگم کی بچی، اور میرے کلیجے کا ٹکڑا۔

ساتھ والیاں۔ اوہو یہ انسان کی صورت ہے۔

پیر مرد۔ کہہ تو دیا جانور ہو گی تم، تمہارے باپ تمہارے دادا، ہماری اولاد کو جانور سمجھتی ہو

ساتھ والیاں حضرت جی ان کا کیا نام ہے۔

پیر مرد۔ اس کے بھی دو نام ہیں۔ یاد رکھو ہر شریف مادہ کے دو نام ہوتے ہیں ایک کوارپتے کا، ایک شادی کے بعد کا۔

ساتھ والیاں حضور ان کے اسم مبارک بھی فرمائیے۔

پیر مرد، سب سنبھل کے کھڑی ہو جاؤ۔

ساتھ والیاں فرمائیے۔

پیر مرد، ان کا نام ہے "ترقی"

ساتھ والیاں، خوب ترقی! حضرت دوسرا نام!

پیر مرد، سنبھلو، ہشیار رہنا،

ساتھ والیاں حضور

پیر مرد...... ہندالبہق

ساتھ والیاں (ڈر کے مارے پیچھے ہٹ کر) بہق بہق، حضرت بہق۔

پیر مرد۔ ہاں ہاں بہق، مگر کونسا بہق، اڑ جانیوالا مادہ نہیں، ہندالبہق!

ساتھ والیاں سبحان اللہ کیا نام ہے، حضرت کچھ ان کے کام بھی فرمائیے،

پیر مرد۔ ارے ظالموں! تمکو مذاق سوجھا ہے میری طبیعت پھر بگڑ گئی۔

ساتھ والیاں کیوں کیوں، حضرت کیا ہوا۔

پیر مرد، پھر اس کی والدہ یاد آگئیں، کہاں ڈھونڈھنے جاؤں، تم لوگ ہماری محبتوں کو سمجھ ہی نہیں سکتے۔ ہمارے ہاں نر مادہ ایک دوسرے کے عاشق ہوتے ہیں۔

ساتھ والیاں بجا ارشاد ہے، حضرت صبر کیجئے، مر گئی ہو گی۔

پیر مرد موت موت کم بختوں تم سب کو، وہ کسی جلسہ میں ہو گی تھیٹر میں ہو گی پارک میں ہو گی۔

ساتھ والیاں معاف فرمائیے معاف فرمائیے حضور صاحبزادی کے کچھ کام نہ فرمائے۔

پیر مرد اچھا لو سنو! اسمیں دو صفتیں ہیں جانور کی بھی اور آدمی کی بھی باتیں کرو تو ایسی کرے کہ خوش ہو جاؤ، تقریر یاد کرادو تو سینکڑوں آدمیوں میں آنکھیں نہار کرکے اسطرح پڑھجائے کہ مینا بول رہی ہے ملنے آؤ تو ایسی ملے اور ایسی بولے کہ جی خوش ہو جائے اور جہاں کام کا وقت آئے تو پھر

چانور، دنیا کی چانور
ساٹھ والیاں جناب کا اسم مبارک کیا ہے، اس سے بھی محروم نہ رکھیے۔
پیر مرد - بس میرا ہی نام نہ پوچھو، بھانڈا پھوٹ جائیگا اور کرکری ہو جائے گی۔
ساٹھ والیاں حضور یہ نہ ہوگا، فرمائیے، فرمائیے۔
پیر مرد میرا نام ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کیوں پوچھتی ہو!
ساٹھ والیاں فرمائیں حضور فرمائیں۔
پیر مرد میری ہی وجہ سے تو اس اعلیٰ خاندان کی بربادی ہوئی، میرا نام مرزا تنزل ۔ ۔ ۔ ۔
بس بیویو لاؤ چندے دلواؤ میری ترقی کے لیے چاء، بسکٹ، کیک، توس اور گھانس پھوس لاؤں۔
بیویوں کے تو مارے ہنسی کے پیٹ میں بل پڑ رہے تھے اور بنت الوقت کا یہ حال کہ بس چلتا تو سب کو پھانسی دیدیتی۔ خدا خدا کر کے کہیں آدھی رات کے بعد یہ جلسہ ختم ہوا، تو میں اپنے گھر آئی۔

(۱۴)

دل ہم اگلے مہینے میں تمہارے ساتھ بہت کافی رعایت کر چکے لیکن تم مسلمان لوگ ہرگز رحم کے قابل نہیں۔ اس لئے یہ جرمانہ معاف نہیں ہو سکتا۔
خانساماں حضور! میرا کیا قصور ہے کھانے میں اگر خرابی ہو تو بیشک میں ذمہ دار تھا لیکن برتنوں کا کام تو کلن کا ہے، مجھپر جرمانہ کیوں ہو؟
بنت الوقت گستاخی کی بات مت بولو! جرمانہ کلن پر بھی ہوگا تم ضرور ذمہ دار ہو وہ تمہارا ماتحت ہے اور تم اس کے ہر کام کا ذمہ دار ہو۔ پچھلی مرتبہ چھریاں اور کانٹے میز پر کیوں میلے آئے اور آج چمچہ کیوں میلا تھا، بے شک تم قصور وار ہو۔
خانساماں حضور میں بہت غریب آدمی ہوں، دو روپے میں مر جاؤنگا، اس دفعہ معاف کر دیجئے آئندہ ایسی غلطی نہ ہوگی۔

بنت الوقت نہیں نہیں ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا۔
خانساماں تو سرکار میرا حساب کر دیجئے۔
بنت الوقت تو آج حساب مانگتا ہی نہیں ہوگا جب تک دوسرا آدمی نہ ملے تم پولیس میں بھیج دیا جائے گا۔ اگر زیادہ بک بک کی۔

اس ٹائی فوڈ بخار میں کہ میں مشکل سے صرف دو چمچے سوپ کے ہضم کر سکتا ہوں اس وقت تک بھوکا پڑا ہوں، اب بخار کے تیز ہونے کا وقت ہی کیا خاک پی سکونگا۔ صبح سے یہ وقت ہو گیا، غذا بھجو، دوا بھجو، اب تک سوپ نصیب ہوا، تم کو ان ہی دنوں میں اس نمک حرام پر جرمانہ بھی کرنا تھا۔ کہ وہ بھاگ جائے۔
بنت الوقت گھر کا ڈسپلین کسی خاص وجہ سے ہرگز نہیں بگڑنا چاہیئے ضرور میرا فرض تھا کہ میں اسکو اس کی غفلت کی سزا دیتی۔ مجھے خود آج ہسٹریا کا دورہ ہوتا معلوم ہوتا ہے۔
نصیر۔ اس لیے کہ تم کو دورہ ہوگا، میرا بخار تمہاری رائے میں قابل لحاظ نہیں میں بھوکا پڑا ہوں اور تمہارے ڈسپلین کی وجہ سے مجھ بیمار کو سوپ نصیب ہو۔ اگر خانساماں نہ تھا تو تم خود لوائے کی مدد سے تیار کر دیتیں۔
بنت الوقت چاہے اس کا نتیجہ میری صحت پر کیسا ہی مضر ہوتا۔
نصیر۔ تمہارے واسطے تو صرف ایک احتمال تھا مگر میرے واسطے تو واقعہ ہے۔
بنت الوقت میرا احتمال یقین سے زیادہ ہے علاوہ ازیں میں نے خود سوپ کبھی طیار نہیں کیا اور نہ یہ میرا کام ہے جو کر سکتی تھی وہ میں نے کیا صبح سے تین چٹھیاں لکھ چکی ہوں، اب ایک جگہ سے جواب آیا ہے کہ کل خانساماں آجائے گا۔
نصیر۔ تو کیا کل تک میں بھوکا پڑا رہوں۔

بنت الوقت تم اکیلے نہ ہوگے، تمہارے ساتھ میں بھی ہونگی، بخار میں بھوکا رہنا رہنا مضر نہیں لیکن لیڈی ڈاکٹر کے الفاظ یہ تھے کہ ہسٹریا کا مریض دورہ سے قبل ہرگز بھوکا نہ رہنا چاہیئے۔

نصیر ذرا ٹمپریچر لینا چاہتا ہوں۔ اس وقت حرارت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔

بنت الوقت بوائے، بوائے صاحب کو تھرمامیٹر دیدو۔

نصیر دیکھو ۱۰۳۱ ہے

بنت الوقت ہاں اب سوپ مضر ہوگا۔ اب نہ پینا چاہیئے۔

نصیر مگر تم اپنے واسطے کیا انتظام کروگی۔

بنت الوقت میں چاء کے ساتھ فروٹ کھاچکی ہوں۔ اسوقت زیادہ بھوک نہیں ہے۔

نصیر درد بہت زیادہ ہو رہا ہے تھوڑا سا مینتھول دیدو۔

بنت الوقت بوائے، بوائے اس الماری میں مینتھول کی شیشی ہے صاحب کو دیدو۔

نصیر میرا رومال بہت میلا ہوگیا ہے۔ ایک اور رومال نکال دو۔

بنت الوقت بوائے، بوائے ایک رومال صاحب کو دیدو۔

نصیر مجھے بہت تکلیف ہو رہی ہے

بنت الوقت ہونی چاہیئے ضرور ہوگی آج بیس دن ہوگئے، خرچ کی بھی سخت تکلیف ہو رہی ہے۔ لیڈی ڈاکٹر نے ہدایت کی تھی کہ جب دورہ کے آثار ہوں انجکشن پی لینا مگر نہیں منگوا سکتی۔

نصیر وہ پندرہ سو روپے جو پچھلے ہفتہ آیا تھا سب ختم ہوگیا۔

بنت الوقت اوہ، ایتاک، چار سو روپیہ کا بل تو بزاز کا تھا۔

نصیر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ تمام بدن کی روح کھچ رہی ہے سخت اذیت ہے

بنت الوقت بہت سخت افسوس ہے میری خواہش ہے کہ یہ تکلیف رفع ہو، اور جلد

میں اس خیال سے کلب میں بھی رنجیدہ رہونگی۔
نصیر کیا یہ ممکن نہیں کہ تم آج نہ جاؤ۔
بنت الوقت۔ آج تو محمودی بیگم آرہی ہیں اور صرف میری تحریک پر، ورنہ انکے شوہر تو باپ کی وجہ سے بھیج ہی نہ سکتے تھے۔
نصیر۔ مگر احتمال ہے کہ مجھے تمہاری عدم موجودگی میں تکلیف زیادہ ہو جائے۔
بنت الوقت میں کوشش کروں گی کہ جلد واپس آؤں میں خود اس ضرورت کو محسوس کر رہی ہوں کہ مجھے یہاں موجود ہونا چاہیئے، مگر واقعات ایسے آپڑے ہیں کہ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کروں، محمودی بیگم کے خسر کل آجائیں گے اور انکی موجودگی میں قطعاً ناممکن ہے، کہ وہ کلب میں آسکیں علاوہ ازیں میں اپنے الفاظ دے چکی ہوں کہ ضرور پہنچوں گی، باوجود اس اندیشہ کے کہ دورہ نہ ہو جائے میں ضرور جاؤں گی، تاکہ بات میں فرق نہ آجائے۔
نصیر۔ میں تمہاری رائے سے اختلاف نہیں کرتا اور کوئی وجہ نہیں کہ کروں لیکن مجھکو اس وقت سے ڈر لگ رہا ہے جو آنے والا ہے، کل پانچ بجے کے قریب مجھے فٹ ہوا، تم جس وقت آئی ہو اس وقت میں ہوش میں آچکا تھا، مگر اس تکلیف کے خیال سے میں کانپ جاتا ہوں، جو کل مجھپر گذری، تم اتنا انتظام کرتی جاؤ کہ نوکروں کے علاوہ کوئی عزیز بھی آج میرے پاس موجود رہے۔
بنت الوقت اگر تم ایک معمولی فٹ سے اس قدر خائف ہو، تو میں ہرگز جانا پسند نہیں کرتی، الفاظ کی وقعت محمودی کی محبت یقیناً تم سے زیادہ نہیں ہو سکتی۔ میں اس کو اپنا فرض سمجھتی ہوں اور میری رائے میں ہر شریف عورت کا یہ فرض ہونا چاہیئے کہ وہ شوہر کی رضامندی پر اپنی تمام خوشیاں قربان کردے، میں موجود ہوں اگرچہ ظاہر ہے کہ تمہاری اسوقت کی تکلیف میں دیکھنا نہیں چاہتی، اور دیکھ بھی نہیں سکتی۔ چنانچہ

کل ہی جب میں آئی ہوں تو باوجود فاقہ کے اس حالت کو نہ دیکھ سکی، اور پائین باغ میں چلی گئی۔

نصیر میں تمہاری محبت اور عنایت کا بہت بہت ممنون ہوں مگر یہ نہیں چاہتا کہ تمہاری تکلیف کا باعث بنوں، تم جاؤ اور کلب میں شریک ہو ایسی حالت میں کہ وعدہ کر چکی ہو تمہارا جانا ضروری ہے۔

بنت الوقت تم غور کر لو میں ہر طرح تمہاری رائے پر عمل کرنے کو طیار ہوں۔

نصیر یہی بہتر ہوگا، کہ تم جاؤ۔ اگر ایسی ہی زیادہ ضرورت پیش آئی تو میں بوائے کو بھیج دوں گا۔

بنت الوقت تو میں لباس تبدیل کر لوں۔

نصیر ضرور، میری زبان خشک ہو رہی ہے بات نہیں ہو سکتی، آج کو نین کا جز غالب گیا تھا، ایک چمچہ دودھ دیدو۔

بنت الوقت بوائے۔

بوائے حضور۔

بنت الوقت۔ صاحب کو دودھ دو۔

بوائے۔ دودھ تو حضور آج نہیں آیا، بس چاء کے واسطے آیا تھا۔

بنت الوقت۔ کہاں کیوں نہیں آیا۔

بوائے۔ حضور نے حکم دیا نہ دام دیئے۔

بنت الوقت۔ الو کا سا احمق بات مت کرو۔ دو روپیہ جرمانہ چلو بھاگو۔

بوائے۔ غریب پرور میں حکم نشیب تو چڑھا نہیں ہے کا حکم نہیں دام دیئے جاتے ہیں دودھ لے آتا، یوں حضور مالک ہیں، ساری تنخواہ کاٹ لیں۔

بنت الوقت گستاخی کی بات مت بولو تم اندھا نہیں ہے، تم نہیں جانتا صاحب

کا دودھ آنا ہی، تم کو دام مانگنا تھا، تم نے غفلت کی اس کی سزا بھگتو۔"

بوائے۔ تو حضور دو کیا ساری تنخواہ کاٹ لیجئے۔

بنت الوقت ہم مارے ہنٹر کے کھال اڑا دیں گے، اگر بیہودہ بات بولا، ایک نہیں مانگتا

نصیر بہت سخت تکلیف ہے۔

بنت الوقت، میں کپڑے بدل لوں۔

اتنا کہہ کر بنت الوقت دوسرے کمرے میں گئی، منہ ہاتھ دھویا، بال بنائے، کپڑے بدلے، چار بجے کے قریب آئی تو نصیر بخار میں لوٹ رہا تھا، دودھ بوائے کی غفلت سے تھا یا بنت الوقت کی، یہ تو نصیر جانے مگر ہم نے جو دیکھا اور جو جانتے ہیں وہ یہ ہے کہ اتنی جھک جھک اور پٹ پٹ ہوئی، مگر دودھ پھر بھی نہ آیا، نہ معلوم اس کی ذمہ داری کس پر ہے، بنت الوقت کی عنایت کا بار ضرور نصیر کی گردن پر ہے کہ تیار ہو کر آئی تو پہلا خیال دودھ، پہلی بات دودھ اور پہلا حکم دودھ۔

بوائے بوائے، او بوائے، چلو جلد چلو، بوائے دودھ لاؤ جلد لاؤ۔ بوائے بوائے بوائے ہو تو بولے، چھ روپے تنخواہ، ایک پہلے کٹا، دو آج کٹے، تین باقی تھے اور مہینے میں دن کئی، جہاں نو دن میں تین کٹے وہاں اکیس دن میں تو گرہ سے بھی خیر نہیں کتنا کچھ دے کر پیچھا چھٹتا، ہنٹر کا نام سن کر سیدھا ہو لیا، اب جو بنت الوقت دیکھتی ہے تو خانساماں ہے نہ بوائے۔ ایک نرس البتہ بال بنانیوالی اندر رہ گئی اور باہر صرف سائیں، نصیر کو کئی آوازیں دیں تو اس نے آنکھ کھولی۔

بنت الوقت بوائے سور بھی بھاگ گیا، میں ادھر سے خانساماں اور بوائے کا انتظام کرتی آؤں گی اور دودھ بھی خود ہی لے آؤں گی۔

نصیر تم کو اختیار ہے۔

بنت الوقت اچھا میں جاتی ہوں۔

ڈیر مسٹر احسن! چوری اور سرزوری، ظلم کرو اور پروا نہ ہو، حق مارو اور شاہ بنو۔ آج
احسن نانی سے ملاقات ہوئی، تین سال بعد دیکھا تھا، قیاس چاہتا تھا، دل کہتا تھا توقع
پوری تھی اور امید کامل کہ یہ چراغ جو کوارپتے ہی میں روشن ہو چکا تھا، تمہارے ہاں پہنچکر
چاند کی طرح چمک رہا ہوگا مگر افسوس سے سُنا اور حسرت سے دیکھا توقع غلط اور امید جھوٹی
شکل صورت تھی نہ رنگت پھول تھا نہ نکہت، ایک ڈھانچہ تھا جس میں سانس اور جسم تھا
جس میں جان کے سوا کچھ نہ تھا، وہ جوہر مٹ گئے وہ چُہل ختم ہوئی، دل مردہ صورت افسردہ
جوش ٹھنڈا اور امنگیں برباد ہو چکی تھیں دیمک کی طرح نیچے دشمن کی طرح گھرا اور موت
کی طرح زندگی لپٹی ہوئی تھی، کیسا تغیر کتنا فرق اور کیا انقلاب ہے زندہ مردے سے بوی
لونڈی سے اور مالک غلاموں سے بدتر تھی، صرف شادی نے آزاد کو قیدی، انسان
کو جانور اور ہیرے کو پتھر بنا دیا۔ کھانے کا شوق تھا نہ پینے کا، زیور کی پرواہ تھی نہ کپڑے کی
ایک محدود چاردیواری میں جس طرح شیر پنجرے سے سر پھوڑتا ہے، اس کی ہستی تمہارے
اسلام پر ناز کر رہی تھی، مجھے معلوم ہے کہ تم نمازی، میں جانتی ہوں تم پابند شرع اور مجھے
خبر ہے کہ تم پورے ظیفچی ہو، مگر تعجب اس حالت اور افسوس اس حرکت پر ظلم کی انتہا
ستم کی حد سوچو اور شرماؤ غور کرو اور روؤ کیا کیا اور کیا کر رہے ہو، ایک کواری بچی ایک
معصوم ہستی ایک بے گناہ انسان ایسا مجبور اتنا لاچار اور یہاں تک محکوم ہو جائے کہ سانس
لے تو پوچھکر اور قدم اُٹھائے تو اجازت سے تمہاری آنکھوں پر پردہ تمہاری عقل پر پتھر
پڑ گئے، تمہارے اسلام میں فرق تمہارے ایمان میں خلل تمہاری طینت میں خرابی اور
تمہاری طبیعت میں خود غرضی آئی تم اپنے وعدے بھولے اور اقرار فراموش کیے، سچی قوم
کی عاشق اور مذہب کی شیدا تھی مگر آج کے جلسہ میں جو کانفرنس کا آخری اجلاس تھا
اور جو سماں اب سرزمین محسنپور کی آنکھیں کبھی نہ دیکھیں گی۔ شرکت کے نام سے ایک

ٹھنڈا سانس بھر کر خاموش ہوگئی۔ میں نے استفسار کیا، اصرار کیا، مگر میرے سوال کا جواب خاموشی اور میری درخواست کا نتیجہ وہ نگاہ تھی جس میں تمہاری حکومت ناجائز کا اظہار اور اپنی بے کسی کا اشارہ تھا۔

ڈیر احسن، سنتی ہوں تحصیلدار ہو، سچ ہوگا۔ ہو گے، مگر معزز اہلکار اور سرکاری عہدہ دار کا ایمان اس قدر کمزور اس درجہ ذلیل، توبہ توبہ نعوذ باللہ، عورت انسان ہے، جانور نہیں اور بیوی شریک زندگی ہے محکوم نہیں، ہمیشہ کی رفیق، عمر بھر کی ساتھی زندگی کی ہمراز مگر اس لیے کہ کمزور ہے لونڈی نہیں اور اس لیے کہ بے بس ہے غلام نہیں۔ اسلام مدعی ہے عورت کی حمایت کا اور اسی بھیس میں پرائی جائی قبضہ میں آئی مگر اس دن کو کہ بات کرے تو روئے اور سانس لے تو چھینکے۔

میری پیشین گوئی لکھ لو اور یاد رکھو کہ صفیہ احسن تھوڑے روز کی مہمان اور چند روزہ کی مسافر ہے، پردہ نے اس کی صحت ظلم نے اس کی حالت، اور غصب حقوق نے اس کی کیفیت بدترین کر دی، وہ عنقریب تم سے رخصت اور بہت جلد دنیا سے وداع ہونیوالی ہے، مگر ہماری نگاہ میں اس کی موت کا سبب اس کی مصیبتوں کی وجہ اور اس کی تکلیفوں کا باعث تمہاری زندگی ہوگی اور گو تم کو اپنی جان تمام دنیا سے زیادہ عزیز ہو مگر یہ نہ بھولنا کہ تمہاری زندگی پر ظلم کا ایک دھبہ خود غرضی کا ایک الزام اور نفس پروری کی ایک تصویر ہوگی جس کی جھلک سے دوست اور جس کے خیال سے دشمن تک پناہ مانگیں گے۔ تمہاری

بنت الوقت

فرخندہ بہن! خیالات کی بلند پروازی اور تمدن کی جدت طرازی سبحان اللہ ماشاء اللہ دل پھڑک گیا طبیعت خوش ہوگئی، خدا عمر میں ترقی اور کوشش میں برکت دے کہ تمہارے دم سے قوم کی حالت درست اور مسلمانوں کی مصیبت دور ہو۔ جو

کبھی ہو وہ ہو جائے اور جو چاہتی ہو وہ پورا ہو، مگر بہناس آرٹ کے قربان! اس بہانے
کے تصدق اور اس نباہ کے نثار ضرورت اپنی اور خدمت قوم کی، خواہش اپنی اور کوشش
مذہب کی کام اپنا اور نام اسلام کا، جھلاجھلی کے لباس چمک دمک کے زیور، نئے نئے
فیشن اور طرح طرح کی ترکیبیں۔ انواع و اقسام کے کھانے اور رنگ برنگ کے کپڑے
بارہ دریم کے جلسے اور پارٹیوں کی تقریبیں سہیلیوں کی دعوت اور سیر و سیاحت خدا کی
قدرت مذہب کی خدمت ٹھہرے، چھلوں کے پاؤں، گھڑیوں کے ہاتھ، جھومر کے ماتھے اور
ایرنگ کے کان، خدا کی شان اسلام کے ارکان قرار پائیں۔ ایمان سے کہنا اس مجمع
میں کتنی نماز پڑھی، کس قدر خیرات کی، کے مرتبہ درود بھیجی اور کس کس معاملہ میں کلام اللہ
سے صلاح لی، مانا تمہاری عقل زیادہ، تمہاری فراست بڑی، تمہارا علم وسیع اور
تمہاری تحقیقات اعلیٰ مگر بہن فرخندہ دوسروں کو بھی اندھا نہ سمجھو، تم مسلمان سہی مگر
کیا اسلام اسی کا نام ہے اور مذہب کے یہی معنی ہیں کہ دوسروں کو بہنسانے اور دیوانہ
بنانے میں اس کی آڑ پکڑو، بیوی بہار بیں گئی تمہاری ترقی اور اسلام، وہ اسلام
جو خدا سے بیگانہ اور پہلی جنگلی عورت کو تم جیسا دیوانہ بنادے تمہاری اصلی غرض تمہارا
واقعی منشا تمہاری حقیقی خواہش اتنی، صرف اتنی اور درحقیقت اتنی کہ اخباروں میں تمہارا
نام آئے۔ رسالوں میں تمہارے کام چھپیں، تقریریں کرو اور تحریریں پڑھو، گہنے دکھاؤ
کپڑوں پہ اتراؤ، اور بے پرواہیوں سے ملو، غریبوں سے اکڑو، کھاتی پیتیوں کی خوشامد، دولتمندوں
کی مدارات، غریبوں سے وحشت، رانڈوں سے نفرت، عزیز بہن عورت اور مرد کی ترقی میں زمین
آسمان کا فرق ہے، انکی لامذہبی لاپروائی سے کم توجہی سے آفت سے یا مصیبت سے مر کر یا گر کر
کھپ گئی اور کھپ رہی ہے اور کھپ جائے گی۔ مگر تمہاری منافرت مذہبی تمہارے بچوں کو
تمہاری نسلوں کو، تمہاری قوم کو، تمہاری ملت کو، امت مرحومہ کو، مسلمانوں کو تہس نہس
کردے گی، خوب سوچ لو اور ہماری بات بھی لکھ لو زمانہ اس کی صداقت مجھ کو اور تم کو

نہیں آنے والی نسلوں کو اور مسلمانوں کو دکھا دے گا، تمہارے اعمال و افعال تمہارے
گن اور کرتوت تمہاری کوششیں اور تجویزیں تمہاری رائے میں ترقی کا پیش خیمہ اصلاح کا ذریعہ
اور بہبودی کا زینہ ہیں، مگر میری رائے میں تم قصر اسلام کی ان بنیادوں کو ہلا رہی ہو
جنپر کلمہ توحید کا دارومدار ہے بیشک اور تم نے نہیں لیکن اسلام نے وہ وقت دیکھا ہے جب گو
مردوں میں منافق اور بے ایمان موجود تھے مگر عورتوں کی صدائے لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
صداقت کی ہوا میں اس طرح گونجتی تھی کہ دنیا سناٹے میں آجاتی تھی، تاریخ دیکھو، پڑھو اور غور
کرو، خود حضور اکرم کا عہد، خلیفہ دوم کا دور دورہ، عباسیوں کا جاہ و جلال تم کو بتا دے گا
کہ ترقی کرنے والی قوم کی عورتیں دوران کامیابی میں بساط حیات پر کیا پایہ رکھتی تھیں اور
ان کا تعلق مذہب سے کیا تھا، فرخندہ واقعات شاہد ہیں کہ انکا زیور مذہب، ان کا لباس مذہب
انکی ترقی مذہب اور انکی کوشش ترقی مذہب، ان کا ہر قدم ان کا ہر خیال ان کا ہر
قول، ان کا ہر فعل المختصر ان کا ہر سانس مذہب کے دائرہ میں تھا، یہ تو میں جانتا ہوں کہ انکے
بدنام کرنے، مذہب کو نکو بنانے اور مسلمانوں کی ناک کٹانے میں تم نے کوئی دقیقہ نہیں
چھوڑا، کٹ دگر کے یورپ کی طرح نماز پڑھنے کی جگہ کا تختہ بھی پنڈال میں ضرور ہوگا۔ مگر تمہاری
باتیں بتا رہی ہیں، تمہارے اقوال کہہ رہے ہیں کہ تم اس کا فرنقال سے زیادہ وقعت نہیں
رکھتیں جو لامذہبوں کے سفیانے کو مسلمانوں کی نقل کرتا ہو، صفیۃ النسا بیگم میری عزیز
بیوی جس طرح میکے میں بزرگوں کی آنکھ کا تارا تھی، اسی طرح سسرال کا مول تھی، میکہ
اس پر نازاں تھا، سسرال اس پر فخر کرتی ہے، بچے اور گھر اور زندگی جنکو تم نے دیکھا
دشمن اور نفرت سے تعبیر کیا۔ پیاری صفیہ کے واسطے اور اسی کے واسطے کیا، ہر عورت
اور عورت نہیں ہر بیوی اور بیوی نہیں ہر شریف زادی کے لیے مایہ ناز ہیں، مجھے
معلوم ہے اور تم سے زیادہ مجھے خبر ہے اور تم سے بہتر کہ صفیہ خدا اس کو خوش رکھے اپنی
حالت میں خوش اور اپنے گھر بار شاد ہے۔ اس کے ہر بچے پر ایک بار اور

اس کی ذات کے واسطے تین چھوکریاں موجود ہیں بیس ہزار کی جائداد، آٹھ ہزار کا زیور اور دس ہزار نقد کی اس وقت صرف اکیلی پیاری صفیہ مالک ہے وہ اپنی مرضی کی مختار اور اپنے مزاج کی با اختیار ہے وہ تین بچوں اور ایک اپنے دم پر چار سو روپے ماہوار صرف کرتی ہے، خدا کا شکر ادا نہیں کر سکتا جس نے مجھکو اس قابل کیا کہ اس کی اتنی خدمت کر سکوں، میری رائے میں تمہارا خیال جھوٹا اور تمہارا قیاس لغو ہے اس کے جوہر جو کوارپتہ میں ماند تھے اب چاند کی طرح چمک رہے ہیں، کوارپتہ کی کلی سسرال میں پھول بن کر مہک رہی ہے اور اس کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ میں اس کی صورت کا عاشق اور نام کا دیوانہ ہوں اور اسوقت کہ وہ دیکھتی ہے نہ سنتی ہے علی الاعلان کہتا ہوں کہ خدا بیوی دے تو صفیہ جیسی۔

فرخندہ بہن تغیر صورت قانون قدرت ہے، جب تم نے دیکھا خود بچہ تھی، آج تین بچوں کی ماں ممکن ہے چہرے پر وہ تروتازگی نہ رہی ہو جو تم نے دیکھی لیکن اس کا ذمہ دار میں نہیں، ڈپٹرکن کا مرض ترقی کر گیا ہے حکیم شفاء الدین کا علاج ہے، میں نہیں کہہ سکتا شاید کپڑے میلے ہوں لیکن فرخندہ کیا کہہ رہی ہو۔ پچھلے مہینے جب میں محمد پور گیا ہوں بارہ سو روپے کا کپڑا میرے سامنے خریدا تھا، کیونکر مان لوں تم سچی ہو، تم کہتی ہو جلسہ کی شرکت پر خموشی تمہاری حکومت اور اس کی مجبوری کا اظہار تھا۔

میں تمہاری رائے میں مسلمان نہیں ہوں، مگر تم کو مسلمان سمجھتا ہوں مسلمان ہو تو یقین کرنا صفیہ اگر شریک ہوتی تو مجھے یقیناً خوشی ہوتی، مگر شریک نہ ہونے سے اور بھی زیادہ خوشی ہوئی، میں نہیں چاہتا کہ وہ ہر معاملہ میں میری اجازت کی محتاج رہے مگر یہ اسکا جوہر شرافت ہے کہ وہ میری رائے اپنی رائے سے میرا خیال اپنے خیال سے میرا فیصلہ اپنے فیصلہ سے بہتر سمجھتی ہے، میں نہیں چاہتا اگر تم بے شک سچی ہو تو میں ہرگز خواہش مند نہیں مگر تمہارا قیاس درست ہے کہ صفیہ خدا اس کو دین و دنیا میں خوش رکھے

واقعی یہ چاہتی ہو کہ سانس بھی لے تو میری صلاح سے۔ میں نے اس کا کوئی حق غصب نہیں کیا اور وہ شرع اسلام کے عطا کردہ تمام حقوق کی مالک گھر کی ملکہ اور سفید وسیاہ کی با اختیار بیوی ہی، مذہب اس کی رگ رگ میں اسلام اس کی گھٹی میں، خدا کی عظمت رسول کی محبت اس کے دل میں اس طرح جاگزین ہی کہ وہ سلیقہ شعار عورت، فرمانبردار بیوی اطاعت گزار بہو اور سمجھدار ماں بن گئی میں کیا میرا تمام خاندان میرے ماں باپ میرے بہن بھائی میرے نوکر چاکر، میرے بال بچے، عزیز، اقارب ہمسایہ پڑوسی، اس کی انسانیت کا کلمہ پڑھ رہے ہیں۔

تمہاری زبردست بحث پردہ پر ہی اور تم چاہتی ہو کہ پردہ تمہاری طرح مسلمانوں سے رخصت ہو، میں جانتا ہوں اور واقعات مجھے یقین دلا رہے ہیں کہ یہ جوہر جس نے مسلمانوں کی اچھی بری لاج تھوڑا بہت بھرم رکھ لیا تھا مسلمانوں سے وداع ہو رہا ہی اور ایک روز ایسا آئیگا کہ پردہ کی خوبی سے تاریخ اسلام قطعاً محروم ہو گی وہ تمہارے خیال میں مبارک مگر میری رائے میں وہ منحوس گھڑی ہو گی مسلمان اس وقت کو روئیں گے اور نہ پائیں گے، اگر میری رائے سچی ہی اور خدا نہ کرے کہ سچی ہو، اگر میرا خیال درست ہے اور خدا مجھے اس سے پہلے موت دے کہ یہ درست نکلے، تو تم دیکھ لینا کہ جس قوم میں آج ہزارہا اللہ کی بندیاں ایسی موجود ہیں جن پر اسلام فخر اور مسلمان ناز کر سکتے ہیں، اور یہ وہ گروہ ہی جس پر باوجودیکہ حیات انسانی کی ممکن مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ گئے، جو معصوم بچوں کو کلیجہ سے لگائے بھوکی راتیں اور خطرناک دن کاٹ رہی ہیں لیکن اس فقیری غربت اور افلاس میں کہ مٹھی مٹھی بھر چنوں کو ترس رہی ہیں اور ممتا بھری آنکھیں پھلوا سے لالوں کو بھوکا پیاسا دیکھتی ہیں عصمت کا لال بیش بہا ان کی ٹوٹی دیواروں اور پھٹے کپڑوں اور فاقہ زدہ چہروں کو منور کر رہا ہی وہاں پردہ رخصت ہوتے ہی گو تمہاری کوشش کے بموجب دولت کی ریل پیل ہو جائے لیکن یہ مسلمانوں کا مایہ ناز

زمانہ آبحیات ہو جائیگا اور انصاف کی آنکھیں ان چند سطروں کو پڑھ کر بیٹھیں گی اور پردے کو چراغ لے کر ڈھونڈیں گی مگر نظر نہ آئیگا۔

خدا تمہاری کوششوں میں برکت، تمہارے ارادوں میں ہمت تمہارے اعضا میں طاقت دے، مگر خدا کا واسطہ ہماری زندگی تک ہمارے گھروں کو اس بلا سے محفوظ رکھو، اور ہماری حالت پر رحم کرو۔ والدعا۔ آمین

(۱۴)

گیارہ برس سے زیادہ شادی کو گزر گئے، مگر سچ یہ ہے کہ ایک دن بھی صحت اچھی رہی کبھی اطمینان نصیب ہی ہوا۔

بنت الوقت۔ اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہو سکتی شادی سے قبل میں نہایت تندرست لڑکی تھی، لیڈی ڈاکٹر کی رائے موجود ہے اب یہ جو کچھ باعتبار صحت تغیر ہوا اس کی وجہ ظاہر ہے کہ صرف شادی ہو سکتی ہے میری مستقل بیماری نے مجھ ہی کو پریشان رکھا تمہارے اطمینان سے کیا واسطہ صحت اور علالت انسانی افعال نہیں قدرت کے انتظام ہیں، بیماری کی میں شکایت کر سکتی ہوں نہ کہ تم۔

نصیر۔ مجھ سے واسطہ کیوں نہیں، مجھ کو یقیناً تمہاری بیماری سے کوفت ہوتی ہے کبھی یہ دیکھا ہی نہیں کہ تم کو کبھی شکایت نہ ہو نقاہت کیا ہوئی وبال جان ہو گئی ہر وقت کمزوری، ہر وقت ہسٹریا کا فٹ۔ ہر وقت دھڑکن کا اندیشہ۔

بنت الوقت تو اس کا علاج کیا ہو سکتا ہے مجھ کو اجازت دو کہ میں اپنے ماں باپ کے یہاں چلی جاؤں اور آئندہ تم میری بیماری کے اثرات سے محفوظ رہو۔"

نصیر۔ میرا مطلب یہ نہیں ہے میں ہرگز یہ نہیں چاہتا اور یہ نہیں کہتا مگر یہ دیکھتا ہوں کہ پچاس روپے کے قریب قریب ہر مہینے میں دوا کا بل ہوتا ہے، سال گزشتہ کی آمدنی نو ہزار چار سو تھی اس سال کہ ابھی چار مہینے باقی ہیں آٹھ ہزار روپے کے قریب

آچکا ہے۔ مگر کیفیت یہ ہے کہ ایک پیسہ پاس نہیں اور قرض کا بوجھ روز بروز بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ تبدیلی آب و ہوا بظاہر تو معمولی بات تھی مگر دس دن میں نو سو روپیہ اٹھ گیا ان باتوں کا آخر کیا انجام ہوگا۔

بنت الوقت، تم ایسی حالت میں کہ مجھ کو فٹ شروع ہو رہا ہے کیوں ایسی جگر خراش گفتگو کرتے ہو۔

اس قدر گفتگو کے بعد نصیر خاموش اٹھ کر اپنے کمرے میں آ بیٹھا۔ ابھی دو چار ہی لمحہ گزرے ہوں گے کہ نرس گھبرائی ہوئی آئی اور کہا، سرکار جلدی لیڈی ڈاکٹر کو بلائیے بیگم صاحب کو فٹ ہو گیا اتنا سنتے ہی بدنصیب نصیر کے ہاتھ پاؤں پھول گئے چٹھی لکھ کر آدمی کو دی اور گاڑی بھیجی کہ لیڈی ڈاکٹر فوراً آئے، آپ ادھر آیا تو بنت الوقت بیہوش پڑی تھی آوازیں دیں، ہاتھ پاؤں دیکھے، لونڈر سنگھایا، مگر بیوی کو حرکت نہ ہوئی لیڈی ڈاکٹر کے آنے سے وہ بھی بہ مشکل تمام آنکھ کھلی تو اس طرح کہ زار و قطار آنسو جاری تھے۔۔۔

لیڈی ڈاکٹر۔ ضرور کوئی بات بیگم صاحب کے کھلاف ہوا۔

نصیر جی ہاں گفتگو تو اسی قسم کی تھی۔

لیڈی ڈاکٹر۔ ویل پھر ہم کو کیا دوس آپ ذمہ دار ہے، آپ کو معلوم ہے آپ کا میم صاحب بہت جلد اثر مانتا ہے، پھر آپ احتیاط نہیں کرتا۔

نصیر۔ جی ہاں غلطی ہوئی۔

لیڈی ڈاکٹر۔ آئندہ بہت احتیاط کیجیے، کوئی بات ایسا نہ ہو۔

نصیر۔ بہت اچھا۔

لیڈی ڈاکٹر۔ یہ تین تین گھنٹہ بعد دوا دو۔

لیڈی ڈاکٹر چلی گئی، نصیر اپنی حرکت پر نادم، گفتگو پر خجل، نیچی گردن کیے ہوئے

بیوی کے حضور میں حاضر تھے کہ وحید کے آنے کی اطلاع ہوئی اور تھوڑی دیر بعد وہ
اندر داخل ہوا اسطرح کہ ایک چیٹھی اس کے ہاتھ میں تھی اور خوشی کے مارے باچھیں کھلی جاتی تھیں
"کیوں بی بی کیسی طبیعت ہے؟"

نصیر ابھی فٹ ہوا تھا۔

وحید اوہ، اب طبیعت درست ہے

بنت الوقت جی ہاں مگر نقاہت بہت ہو گئی ہے

وحید تم تبدیلی آب ہوا کے واسطے شیو گن گئی تھیں وہاں کے جوائنٹ مجسٹریٹ صاحب کی میم نے تمہاری بہت کچھ تعریف کلکٹر صاحب کو لکھی ہے، میں آج گیا تھا تو وہ بہت خوش تھے چیٹھی ازراہ کرم مجھکو عنایت فرما دی۔ دیکھو تمہاری بابت کیا لکھا ہے۔
"آپ کے ضلع کی مشہور لیڈی بنت الوقت نہایت مستعد اور قابل قدر عورت ہے میں ملکر بہت خوش ہوئی اور یہ دیکھکر کہ وہ ترقی تعلیم نسواں میں منہمک ہیں بیحد مسرت ہوئی"
مجھکو اس خیال سے شروع میں کچھ تکلیف ہوئی کہ تم نے پردے کو مطلق علیحدہ کر دیا، مگر جب زیادہ غور کیا تو یقیناً خوشی ہوئی اور میں تمکو مبارکباد دیتا ہوں کہ تم نے ایسی اچھی شہرت حاصل کی۔

بنت الوقت میں درحقیقت انکی میم صاحب سے ملنے گئی تھی۔ صاحب سے صرف پانچ منٹ برقع اور نقاب میں بات چیت ہوئی تھی۔ وہ بہت معقول آدمی ہیں۔

وحید ہاں ایک بات مجھے اور کہنی تھی، مسز یوسف کا خط آیا ہے، انکو ایک نرس کی ضرورت ہے جو بال بنانے جانتی ہو، تم اپنی نرس سے دریافت کرو، اگر وہ کسی کی سفارش کر سکیں، انہوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر کوئی اور انتظام نہ ہو سکے تو ایک ہفتہ کے واسطے کوئی ایسی نرس آ جائے جو میری نرس کو بال بنانے سکھا دے۔

بنت الوقت میری نرس دو سو پچیس قسم کے بال بنانے جانتی ہے۔ مگر افسوس

میں ایک روز کے واسطے بھی اس کو نہیں بھیج سکتی، ہاں کوئی دوسرا انتظام کردونگی اگر آپ کچھ دیر ٹھہریں تو میں آپ کو بالوں کا نمونہ دکھاؤں۔

مسٹریا کی مریض اٹھ کر بیٹھ گئی، نرس کنگھی برش وغیرہ لیکر آئی، بالوں کے نمونے شروع ہوئے اور والدبزرگوار بیٹھے نرس کی صناعی کی داد دیتے رہے۔ دو گھنٹہ اسی طرح گذرے اس کے بعد کھانا مانگا گیا، میاں بیوی آمنے سامنے اور مرزا وحید ایک طرف بیٹھے اور کھانا شروع ہوا، کھانے سے فارغ ہو کر نصیر کچہری چلا گیا، تو بیٹی نے باپ سے کہا۔

پاپا مجھے آج بہت تعجب ہوا، آپ کھانے میں بہت غلطیاں کرتے ہیں، مجھ کو ناگوار ہو رہا تھا کہ خانساماں اور بوائے دونوں مسکرا رہے تھے، کیا آپ کو ہمیشہ اردو کھانا کا اتفاق ہوتا ہے۔

وحید۔ میں انگریزوں سے ملتا جلتا تو بہت رہتا ہوں مگر کھانے کا اتفاق ان کے ساتھ کبھی نہیں ہوا، تم نے مجھ کو اسی وقت بتایا کیوں نہیں۔

بنت الوقت، میں نے چاہا تھا مگر سرپردہ دونوں موجود تھے اس لئے کچھ نہ کہہ سکی آپ نے بڑی فاش غلطیاں کیں اور ایک بہت موٹی غلطی یہ تھی کہ مٹر کے دانے آپ نے چمچہ سے کھائے، حالانکہ وہ کانٹے سے کھانے چاہئیں۔

وحید۔ مٹر کے دانے اور کانٹے سے! ذرا منگوانا تھوڑے سے دانے اور کانٹا۔

بنت الوقت۔ لیجئے۔

وحید، اول تو اس پر آتے ہی، دو تین ہی اور جیسا تک منہ میں لے جاؤں وہ تو پھسل جاتے ہیں۔

بنت الوقت، زور سے قہقہہ لگا کر، آپ کو عادت نہیں ہے۔ دیکھئے مجھ سے ایک بھی نہیں پھسلتا۔

وحید، بھائی میں ایسی عنایت سے باز آیا، آئندہ کھانا مجھ کو نہ کھلانا، مگر دانوں کا پھسلنا

میرے بس کا روگ نہیں ہے۔

وحید اُٹھ کر گھر گیا، بنت الوقت عینک لگائے ڈرائنگ روم میں آرام کرسی پر لیٹی اخبار پڑھ رہی تھی کہ بوائے نے آکر ایک چٹھی دی اور بنت الوقت نے چٹھی کھولی تو لکھا تھا۔

"ڈیر بنت الوقت! میں نے ابھی ابھی ٹیلیگرام دیکھا، کہ عرفان پور میں سخت آگ لگی اور تمام گاؤں جلکر راکھ ہو گیا، لوگ مارے مارے پھر رہے ہیں یہ بہت دردانگیز وقت ہے ضرورت ہے کہ ہم فوراً اپنی بہنوں کی مدد کے واسطے کھڑی ہو جائیں، میرا خیال ہے آج ہی ایک غیر معمولی میٹنگ کا اعلان ہو، آپ مجھ سے بہت جلد ملئے۔"

احمدی احمد بیگ

اوہ، اوہ، نرس غضب ہو گیا، کوئی ہے؟ فوراً گاڑی طیار کرو، جلدی بہت جلدی اوہ مصیبت سخت مصیبت!

ہسٹریا کی مریض قومی ہمدردی سے فوراً بیچین ہوئی اور سیدھی احمدی بیگم کے پاس پہنچی۔

"سسٹر غضب ہوا، میں نے تار نہیں دیکھا، جلدی دکھاؤ۔"

احمدی بیگم، یہ دیکھو۔

بنت الوقت اوہ، غضب غضب، یہ قیامت! ابھی جلسہ کا اعلان کرو، جلسہ کا اعلان ہو گیا، چار بجے کے قریب لیڈیز کلب میں عورتیں جمع ہونا شروع ہوئیں۔

کارروائی کا وقت ساڑھے چار تھا، سب سے پہلے پریسیڈنٹ کا انتخاب ہوا، اس کے بعد بنت الوقت نے جو اس مصیبت کے جلسہ میں بھی لباس و فیشن کے اعتبار سے بے نظیر تھی کھڑے ہو کر کہا۔

"ہم کارروائی اس لیے کہ ہم مسلمان ہیں کلام اللہ سے شروع ہوتی ہے اور میں یہ رکوع پڑھتی ہوں۔

ہیرا ہیرا

رکوع پڑھا گیا، اور سب آنکھیں بند کیے چپکی بیٹھی سنتی رہیں! اس کے بعد بنت الوقت نے تقریر شروع کی، تقریر میں کلام اللہ کی آیتوں کا بھی حوالہ تھا اور مذہب کا بھی، جہاں مذہب یا کلام الٰہی آجاتا، چاروں طرف سے تالیاں بجنے لگتی تھیں۔

تقریر کے بعد چندہ شروع ہوا، دو سو گیارہ روپے جمع ہوئے، جس میں پچاس بنت الوقت اور پندرہ احمدی بیگم کے تھے، چونکہ رقم ناکافی تھی، اس لئے احمدی بیگم اور بنت الوقت نے تجویز کی کہ گھر گھر مانگیں اور اس طرح نہ صرف ایک قومی فرض ادا کریں بلکہ بندگان خدا کو مصیبت سے رہائی دلائیں۔ اس تجویز میں بھی خاص کامیابی ہوئی جب یہ دونو احسن کی بیوی کے پاس گئیں، تو اس نے نہایت فراخدلی سے سو روپے اس شرط پر دیے کہ اس کا نام نہ ظاہر ہو، اس کے بعد بنت الوقت نے کہا۔

کاش ہماری طرح تم بھی آزاد ہوتیں اور تمہارا پالا بھی ایسے شوہر سے پڑتا جو عورت کی قدر و منزلت سے واقف ہوتا تاکہ تم بھی ان قومی کاموں میں ہماری مددگار ہوتیں اور وہ جوش جو تمہارے دل میں پہلے سے موجود تھا، اچھی طرح ظاہر ہوتا۔ میں نے تو بھائی احسن کو ایک خط بھی لکھا تھا اور انہوں نے اوٹ پٹانگ جواب بھی دیا۔ مگر میں زیادہ بحث کرنے والی کون، ہاں تمہاری حالت دیکھ کر افسوس ضرور ہوتا ہے کہ کیسی بری طرح ایک انسان کے تمام جذبات پامال ہوگئے، تم نے روپیہ دے تو دیا مگر کہیں ایسا نہ ہو کہ وہ بگڑیں۔ تم لوگ تو ایک پیسہ بھی بلا اجازت نہیں اٹھا سکتے۔ کیسے افسوس کی بات ہے کہ بیوی شوہر کے قبضہ میں اس بری طرح پھنس جائے کہ سوائے چند حدود و تعلقات کے دنیا کے کسی معاملہ سے واسطہ ہی نہ ہو۔

احسن زمانی جو خط تم نے ان کو لکھا تھا اور اس کے جواب کی نقل میرے پاس موجود ہے، میں تمہاری ہمدردی کی ممنون ہوں، لیکن تم نے میری حالت کا اندازہ کرنے

میں غلطی کی ہیں اگر یہ نہیں کہہ سکتی کہ تم سے زیادہ، تو یہ یقیناً کہہ سکتی ہوں کہ اپنی اس زندگی میں تم سے کم خوش نہیں ہوں، برا نہ ماننا۔ فرق صرف اس قدر ہے کہ میں شوہر کو خوش کر کے خوش ہوں اور تم نے اپنی خوشی کے مقابلہ میں شوہر کی خوشی نظر انداز کر دی، میں کھاتی ہوں، میں پہنتی ہوں تم سے بہتر یا بدتر بلاؤ یا ردی سی روٹی زربفت یا گاڑھا، مگر کھلا کر اور پہنا کر، میں اس کو اپنے واسطے بہت قابل شرم سمجھتی ہوں کہ میرے سر پر سو روپے کا دوپٹہ اور پاؤں میں بارہ روپے کا بوٹ ہو مگر جس کی وجہ سے مجھکو نصیب ہوا اس کا لباس مجھ سے بہتر نہ ہو میں اپنا فرض یہ سمجھتی ہوں کہ جس طرح بچوں کی محبت کرنے والی ماں ہوں اسی طرح شوہر کی خدمت کرنے والی بیوی میں اس غرض سے پیدا کی گئی ہوں کہ بچوں کو مسلمان بناؤں اور اس واسطے بیاہی گئی ہوں کہ شوہر کی آسائش کو اپنی آسائش پر مقدم سمجھوں مجھ کو دنیا میں خوش رہنے کا حق ضرور حاصل ہے مگر اسوقت جب میری ہستی میرے شوہر کی خوشیوں اور مسرتوں میں اضافہ کرے، میں تم پر اعتراض نہیں کرتی اور نہ اپنی زندگی پر فخر کرتی ہوں لیکن اتنا ضرور سمجھتی ہوں اور کہوں گی کہ میں صرف اسی بیوی کو بیوی سمجھ سکتی ہوں جو شوہر کی کم از کم اتنی رضامندی حاصل کر لے جتنی میں۔

بنت الوقت مجھے تعجب ہے کہ تم اس کیڑے کی طرح جو صرف اپنی ایک انچ زمین کو بہت بڑی کائنات سمجھتا ہے، اپنی موجودہ حالت میں خوشی کا اظہار کرتی ہو۔ میں تم کو معذور سمجھتی ہوں، کیونکہ تم اس کے سوائے اور کہہ کیا سکتی ہو کیا اطاعت شوہر کے یہ معنی ہیں کہ عورت اپنی تمام وقعت خاک میں ملا دے اور اپنی ہستی برباد کر دے اور اگلے زمانہ کی جاہل عورتوں کی طرح دنیا کی نعمتوں کو ترستی ہوئی مر جائے

حسن آرا (ماں) اگلے زمانہ کی عورتوں کا ذکر کیوں کرتی ہو وہ اگر تمہاری رائے میں جاہل اور بدنصیب تھیں تو تمہاری رائے تم کو مبارک ہے، مگر ذرا اس تحریر کو ملاحظہ

کیجئے، دیکھئے مسلمان ان مرنے والیوں پر کس طرح نوحہ کر رہی ہیں۔

"تمدن جدید کے شیدائیو، تمہارا ارشاد سر آنکھوں پر مگر تھوڑی دیر کے واسطے مُہرِ تالی منہ پر لگا لو، انصاف کے کان کھولو، اور صداقت کی آنکھوں سے دیکھنا یہی یہی سرزمین ہندوستان ہے جہاں عروسِ مغرب کی شاہانہ سواری گذرنے کے بعد دلہنوں کے ہاتھ رنگ حنا کو ترس جائیں گے، بہارِ مشرق کا لباس خزاں ہوگا اور اس باغیچہ حیات میں جہاں نظام خانہ داری کے پھول کھل رہے ہیں نا اتفاقی کی خاک اُڑے گی اطمینان کی چڑیاں ہوا اور عاقبت اندیشی کی لہریں فنا ہوں گی پریشانی کی آندھیاں آئیں گی سیلاب کے جھکڑ چلیں گے اور نشاط زندگی کا ہر پتہ جو آج مذہب کے رنگ میں تر ہو رہا ہے صداقت سے ہزاروں کوس دور ہوگا۔ لو سامنے دیکھو اور اس آبادی پر نظر ڈالو مگر یہ یاد رکھنا کہ انیسویں صدی عیسوی کے چہرہ پر سبزہ شباب آگیا ہے، مگر اس بستی میں وہ عورتیں آباد ہیں جو اذان کی آواز سنتے ہی دوپٹے سنبھال لیتی ہیں اور جس وقت مؤذن کا پیغام توحید، فضائے حیات میں گونجتا ہے تو حقیقی عظمت کی سچی تصویر ان کی آنکھوں میں پھر جاتی ہے یہ خوف کی چادروں سے اپنے سر ڈھانک لیتی ہیں، جل شانہ کہکر اُٹھ کھڑی ہوتی ہیں حیات انسانی کی ہر ضرورت کو دنیائے فانی کی ہر محبت کو اور جسد خاکی کی ہر طاقت کو احکام قدرت پر قربان کر دیتی ہیں، ان کے دل یوم الحق کے اندیشہ سے ان کی طبیعتیں بد حالت کے خوف سے لرز جاتی اور کانپ اُٹھتی ہیں اور ان کے سر عاجزانہ حاکم حقیقی کے حضور میں جھک جاتے ہیں شام ہوگئی مٹی کے چراغ ان کے گھروں میں جل گئے۔ یہاں برقی روشنی اور کافوری شمعیں نہیں ہیں مگر تلاش کی آنکھوں سے دیکھنا اس روشنی میں قدرت کے بڑے بڑے خزانے اور انسانیت کے اعلیٰ اعلیٰ نمونے نظر آئیں گے، یہ وہ وقت ہے جس کو بیسویں صدی دورِ جہالت سے تعبیر کرے گی مگر ایمان کا فیصلہ اپنا منہ پیٹ لیگا اور علی الاعلان کہے گا،

کہ جو پھول عالمِ خزاں میں مہک گئے اور جو شمعیں عہدِ تاریک میں روشن ہوئیں آج دنیا ان سے محروم ہے۔

نشۂ ترقی کے سرشار جوانو! غور سے دیکھ لو دنیا ان کی صورتوں کو ترسے گی آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھو گے اور یہ بکھرے نظر نہ آئیں گے یہ صحبتیں ختم اور یہ سماں برہم یہ وہ وقت ہے جس کے ہر لمحہ سے، یہ وہ گھر ہیں جن کے ہر ذرے سے صدائے ایمان کان میں آئے گی، یہ وہ بیویاں ہیں جن کے بچپن پر والدین کی خدمت نے دعاؤں کے پھول قربان کیے جن کی وداع پر عزیزوں اور پڑوسیوں کی آنکھوں نے محبت کے آنسو گرائے۔ ان کی پالکیاں، بیلوں اور جھالروں سے نہیں خلوص اور صداقت کے پھولوں سے آراستہ تھیں۔ ان کے جہیز میں سامانِ ظاہری کے ساتھ غریبوں کی التجائیں اور رانڈوں کی آرزوئیں موجود تھیں ان کا کوارپنہ کچھ شک نہیں کہ ماں کے گھر بیٹی گود لپیٹی تھا مگر ان کے اعمال گدڑیوں کے لال تھے انہوں نے عجز کی پیشانی بزرگوں کے سامنے جھکائی اور شفقت کا ہاتھ چھوٹوں کے سر پہ پھیرا ان کا گوہر عصمت کچی پکی دیواروں اور ٹوٹے پھوٹے گھروں میں صدف کی طرح محفوظ رہا اسلام کی عینک سے دیکھو ان پاؤں میں حقیقت کے دریا لوٹ رہے ہیں، یہ وہ قدم ہیں جو کوارپنہ میں گھروں سے باہر نہیں نکلے ماں باپ کی قدردانیوں نے انکی ہستیاں سر آنکھوں پر رکھیں اور دنیا کی راحتیں ان کی چار دیواری میں فراہم کر دیں۔ یہ جاہل نہیں پڑھی لکھی ہیں، کلام اللہ ان کا دستور العمل، اسلام ان کا مذہب یہ مسائل سے باخبر اور احکام سے آشنا ہیں، انکی زبانوں نے فضائل اسلام کے سبق پڑھے ہیں انکی آنکھوں نے عظمت شوہر کے منظر دیکھے ان کے کانوں نے ماہیت دنیا کی کہانیاں سنیں۔ اور جب ان مہمانوں کی رخصت کا وقت قریب آیا، زمانے نے شباب کے ساتھ ہی کامیابی حیات کا سہرا اُن کے سر باندھ دیا

اُن کے منہ میں باتیں ضرور تھیں مگر خلق کی چاشنی اور ہمدردی کی شیرینی میں ڈوبی ہوئی اُن کے منہ پر آنکھیں موجود تھیں لیکن شرم و حیا کے سرمہ سے آراستہ۔ اُنکی باتیں میٹھی۔ اُن کی نگاہیں نیچی۔ ان کی صورتیں بھولی، اُنکی باتیں سیدھی، یہ میکے سے رخصت ہو چکیں، مگر بقائے دوام کے خلعت لیکر۔ اُن کا کوار پتہ ختم ہوا، مگر اُن کے مخلص ہاتھ اس چمنستان فانی میں ایسے بیج بو گئے ہیں جو مدۃ العمر رنگ برنگ کے پھول کھلائیں گے۔

جراثیم امراض جو دور ترقی میں حیات نسوانی کا لازمہ ہوں گے اور علالت کا مستقل دیو مہیب جو تعلیم یافتہ بیویوں کا ہمراز ہوگا، ان بیچاریوں سے ہزاروں کوس دور ہے ان کی علالت بھی ان کی صحت سے بہتر اور ان کی خموشی اُنکی گویائی سے اعلیٰ۔

لو ہشیار ہو، مجلس فانی قریب آگئی۔ دل بھر کے دیکھ لو۔ چاند مدہم ہوا چاندنی پھیکی پڑی، تارے جھلملا گئے، چراغ ٹمٹماتے ہیں، رات گذر گئی۔ اور یہ پھول جو ساری رات مہکے اب مرجھاتے ہیں، اُنکی سادگی پر نہ جاؤ، ان کی باتوں پر نہ ہنسو، یہ دنیائے نسواں کی وہ مورتیں ہیں جن کے منہ سے باتوں میں پھول جھڑتے ہیں اور جن صورتوں پر ادائیگی فرائض کا مینہہ برس رہا ہے۔ ان کے سفید بالوں میں خلوص کی کنگھی ہے اور ان کے پاک ہاتھوں میں صداقت کے گلدستے، مرغ کی اذان نے ان کو بستر استراحت سے بیدار کیا۔ رات اُنکی زندگی پر مرحبا کہتی ہوئی رخصت ہوئی اور صبح صادق نے جانماز پر ان کا استقبال کیا، میرے دوستو ادب کے ہاتھ اُٹھاؤ اور ان بزرگ ماؤں کے سلام کو جھک جاؤ جنہوں نے شوہروں کے آرام پر اپنی راحتیں قربان کیں اور اپنے ہاتھ سے پکانا فخر سمجھا، بہتر سے بہتر کھلایا اور اچھے سے اچھا پہنایا، بچی بچائی کھائی اور پرانا دھرانا پہنا۔ مگر کام کے وقت اور ضرورت کے موقع پر جب مایوسی نے کمر ہمت توڑ دی تو ان نیک کوکھ کی بیٹیوں اور شریف بیویوں نے اشرفیاں نکال کے آگے رکھدیں۔ آسمانی فرشتوں نے ان کی خدمات پر

آفریں کہی، اور بزرگوں کی پاک روحیں ان کی زندگی پر فخر کرنے لگیں ان کی خموشی اور سنجیدگی پر نہ جاؤ۔ یہ گھروں کی با اختیار شہزادیاں شوہروں کی لونڈیاں ہیں یہ طرار نہ ہوں ان میں چٹک مٹک نہ سہی، مگر ان کی پیشانیاں بیکھو نسوانیت کے جھومر جگمگا رہے ہیں، ترقی انکی جہالت پر قربان ہوگی اور تصنع ان کی سادگی کی بلائیں لیگا۔ ان کی کتاب حیات میں بڑے بڑے کارنامے ہیں۔ انکے باغیچہ زندگی میں سدا بہار پھول ہیں ان کے جسد خاکی کی تہ میں ممتاز راز ہیں۔ یہ یتیموں کی مائیں ہیں۔ یہ عزیزوں کی عاشق ہیں۔ یہ رانڈوں کی وارث ہیں۔ یہ خدا کے نام پر قربان ہونے والی نور کی پتلیاں اور شوہروں کی پرستش کرنے والی خدا کی بندیاں ہیں۔ یہاں ظاہری ٹیپ ٹاپ نہ ہو، اوپر کی شوں شاں نہ سہی مگر ان گھروں میں سب کچھ ہے یہاں زندگی کی بہاریں ہیں جینے کا لطف اور رہنے کا مزا ہے، ان گھروں میں برکت اور گھر والیوں میں خدا کی رحمت ہے۔

دیکھو وہ جلوہ ختم ہو رہا ہے اور وہ متبرک ہستیاں اب دھندلی سی تصویر رہ گئیں۔ بزرگ ماؤں ذرا صبر کرو، اپنے قدم آگے بڑھاؤ کہ میں ان کو بوسہ دوں، اپنے ہاتھ میرے سر پر رکھو۔ میں جانتا ہوں تمہاری نورانی صورتیں اب نہ نظر آئیں گی مگر تمہاری زندگیاں زندہ رہیں گی، تمہارے مبارک ہاتھ جو چراغ جلائیں گے جبتک یہ پھر روشن ہیں اسلام زندہ رہیگا اور جن گھروں میں ان چراغوں سے چراغ جلیں گے وہ نمونہ جنت ہوں گے۔ اچھا میری ماؤں رخصت ہو۔

بنت الوقت مجھے تو اس مضمون میں ایک بات بھی کام کی نظر نہ آئی۔ میں نہیں سمجھتی کہ ان عورتوں میں وہ کونسی خوبی تھی جو ہم میں نہیں اور یہ ظاہر ہے کہ جو زندگی ہم بسر کر رہے ہیں اس کا پرچھاواں بھی ان پر نہ پڑا۔

احسن مانی ۔ مجھے بحث کی ضرورت نہیں ایسا ہی ہوگا۔

✓ اسلام ہو یا عیسائیت میرا تو ایسے مذہب کو سلام ہے جس میں عورت اس طرح مرد پر حاوی ہو کہ اس غریب کی زندگی بھی تلخ ہو جائے میری حالت کیا ہے کہ چھ سات سو روپے ماہوار کی آمدنی پر میرا خیال ہے کہ مجھ سے زیادہ بدنصیب انسان دنیا میں نہ ہوگا۔ بچہ تو کوئی ہے نہیں، بیوی کو جب دیکھتا ہوں مریض اور جب سنتا ہوں بیمار ان کے بیرونی اخراجات میں کسی طرح کا فرق نہیں آتا۔ ایک دم پر چار نوکر نرس اور آیا الگ ہے۔ اگر بیوی کے یہی معنی ہیں کہ وہ شوہر کے کھانے کپڑے آرام آسائش دکھ سکھ، رنج و راحت کسی چیز سے واسطہ نہ رکھے، تو مسلمان بیوی سے بدتر دنیا میں کوئی بیوی نہیں ہو سکتی۔ اسلام میں کچھ ظاہری خوبیاں ایسی تھیں جنکی وجہ سے میں قائل ہوا اگر مجھ کو ہرگز یہ معلوم نہ تھا، کہ اندرونی عذاب اسقدر تکلیف دہ ہے، اور مرد کے صرف یہ معنی ہیں کہ وہ عورت کی نازبرداری میں اپنی عمر برباد کر دے

احسن آپ کو معلوم ہے بنت الوقت میری رشتہ میں بہن ہے اس سے پہلے بھی میں نے آپ کی زبان سے اسی قسم کے الفاظ سنے مگر میرا رشتہ پڑ رہا ہے میں نے ہمیشہ خاموشی ہی، آج جبکہ آپ اپنی تکلیفوں کا بار اسلام پر رکھتے ہیں تو میں کہتا ہوں اور نہایت تعجب سے کیونکہ ماشاء اللہ آپ قانونی آدمی ہیں کہ ایک تن واحد کی حالت کا اسلام سے کیا واسطہ۔

نصیر۔ ایک تن واحد نہیں صاحب میں تو عام طور پر مسلمانوں کی حالت یہی دیکھ رہا ہوں، آپ میرے ساتھ صبح کو لیڈی ڈاکٹر کے یہاں چلکر دیکھئے اور پھر ڈاکٹروں پر بھی ایک نظر ڈال لیجئے، آپ کو معلوم ہو جائیگا کہ مسلمان مردوں اور عورتوں میں بیماری کے اعداد کیا ہیں اور اس تناسب نے شوہروں کو کس قدر بے حیثیت کر رکھا ہے۔

احسن آپ اسلام کو کا جز معمولی نہ سمجھئے، میں آپ سے سچ کہتا ہوں ان معاملات کا اسلام سے کوئی واسطہ نہیں۔

نصیر افسوس میں آپ سے متفق نہیں ہوں۔ آپ کے پاس دعوے کا ثبوت نہیں، صرف زبانی دعوے ہے اور میرے سامنے ذاتی تجربہ اور مشاہدہ۔

احسن، آپ اپنے تجربہ کو معاف فرمائیے مگر مہربانی فرما کر مشاہدہ کی تفصیل کیجئے۔

نصیر میں نے جس قدر مسلمان خاندان دیکھے قریب قریب سب کی اندرونی حالت ایسی ہی ہے کس کس کا نام لوں۔

احسن آپ جن لوگوں کو مسلمان سمجھتے ہیں اسلام کی اُن کے ہاں کیا شان دیکھی میں نہیں چاہتا تھا کہ آپ میرا منہ کھلوائیں مگر آپ نے زبردستی مجھے چھیڑ کر مجبور کیا آپ نے جس قدر خاندان دیکھے اور جن جن سے ملاقات ہوئی وہ سب آپ کی بیوی صاحبہ کے ملنے والے ہوں گے اور ظاہر ہے کہ ان کے حالات بھی اسی قسم کے ہونگے لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ عام طور پر مسلمانوں کی یہی کیفیت ہے مسلمانوں کے گھر اگر آپ کا وہاں تک گذر ہو سکے آپ کو نمونہ جنت ملیں گے بشرطیکہ انکا انتظام خانہ داری اصول اسلام کے موافق ہو، یہ تمام خرابیاں جنہوں نے زندگیاں تلخ کر دیں، صرف اسی فریق میں ہیں جس سے آپ کو پالا پڑا۔ اور جو موجودہ تعلیم نسواں کا شیدا اور ترقی کا دلدادہ ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ میں تعلیم نسواں کا کتنا زبردست حامی ہوں، اس وقت ایک چھوڑ تین تین مدرسے میری نگرانی میں کام کر رہے ہیں جہاں پہلا سبق مذہب ہے۔ لیکن موجودہ تعلیم جو لڑکیوں کو دی جا رہی ہے مسلمانوں کے حق میں سم قاتل ہے جن مصیبتوں کو آپ بیٹ رہے ہیں یہ ابھی تک تو خاص ہیں لیکن مسلمان اگر اسی طرح منہ میں گھنگنیاں بھرے بیٹھے رہے تو یقیناً عام ہونگی موجودہ طریقہ تعلیم کا پہلا نتیجہ مذہب سے منافرت ہے اور جب مذہب ہی نہ رہا تو جو کچھ بھی انجام ہو

وہ ظاہر ہی۔ لطف یہ ہے کہ ظالم درحقیقت تو مذہب کو علیحدہ کر دیتے ہیں اور ظاہر یہ کرتے ہیں کہ ہماری تعلیم کا منشا مذہب سے الگ نہیں ہے۔ میں نے حال میں ایک کتاب دیکھی جس میں ایک لڑکی مغربی خصائل میں سر سے پاؤں تک ڈوبی ہوئی تھی۔ اور علی الصباح نماز اور کلام مجید ناغہ نہ کرتی تھی، بھلا خدا کو دیکھا نہیں عقل سے پہچانا۔ نہ کوئی لڑکی بھی اس قسم کی آج تک دیکھنے میں آئی۔ یوں کہنے کو جو چاہے سو کہہ لو۔ مگر تمدن جدید کا پہلا اثر وداع مذہب ہے۔ اس لئے آپ کی شکایت کا اسلام سے متعلق واسطہ نہیں میں کہہ تو نہیں سکتا اور مجھے کہنا چاہئے بھی نہیں لیکن اب کہ آپ مذہب کو ذمہ دار قرار دیتے ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر آپ کسی ایسے خاندان میں نکاح کرتے، جہاں تمدن جدید کے قاتل اژدہے کی پھنکار کان میں نہ آتی تو لاریب آپ ایسی بیوی دیکھتے کہ جو سچی مسلمان ہوتی اور جس کا یہ عقیدہ تھا کہ اگر سجدے کا حکم کسی انسان کے واسطے دیا جاتا تو عورت کو اپنے شوہر کا۔ میں جانتا ہوں اور دعوے سے کہتا ہوں کہ اسلام نے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ عورت کے حقوق کی حمایت کی اور حفاظت کی مگر اس خوبصورتی اور حسن تدبیر سے کہ زندگی کو سچ مچ زندگی بنا دیا۔

نصیر: تو آپ کا منشا یہ ہے کہ میں نکاح ثانی کر لوں۔

احسن: میں کچھ نہیں کہتا اور گو اسلام نے اس لئے کہ وہ دین فطرت ہے آپ کے ایسے دن کے واسطے نکاح ثانی کی اجازت دی مگر اس مسئلہ کو آپ خود طے کیجئے مجھے چونکہ دس بجے کلکٹر صاحب سے ملنا ہے اس لئے اب اجازت دیجئے۔

نصیر: بہت اچھا، مگر میں چاہتا ہوں پھر کسی وقت آپ سے اس سلسلہ میں گفتگو کروں۔

احسن: ہاں، ضرور۔

بنت الوقت کے حالات و واقعات کے ساتھ ہی یوماً فیوماً ردی ہو رہے تھے پندرہ سال کا پورا زمانہ ایسی صورت اور اس حالت میں کہ بال نہ بچہ نہیں اس طرح گذرا کہ کم بخت نے کبھی بھول کر بھی نصیر کی آسائش پر توجہ نہ کی ہاں یہ توقع ہمیشہ رکھی۔ اب یہ وہ جانے یا اس کا خدا کہ جائز تھی یا ناجائز کہ نصیر کی طرف سے ناز برداری میں فرق، اطاعت میں کمی اور محبت میں کسر نہ رہنے پائے۔ ہم کو بنت الوقت سے بدظن ہونے کا کوئی حق نہیں۔ یہ بھی تسلیم کہ وہ بارہ مہینے کی بیمار اور مستقل مریض تھی اس سے بھی انکار نہیں کہ مزاج کی کڑوی تھی اور تیہے کی تیز لیکن یہ سمجھ میں نہ آیا کہ اختیاری بخار اور فوری قے کیا معنی رکھتا تھا۔ آنسو تو خیر اختیاری تھے رونا منہ پر تھا مگر ذرا طبیعت بگڑی اور حرارت جہاں کوئی بات خلاف مزاج ہوئی اور دورہ۔ مطلق قیاس میں نہیں آسکتا نصیر بھی آخر انسان تھا کہاں تک مصیبت بھگتتا اور کب تک ناز اٹھاتا، روز روز کی جھک جھک اور ہر وقت کی پٹ پٹ بدنصیب زندگی سے بیزار تھا ہر وقت اپنے کمرہ میں اکیلا بیٹھا اپنی تقدیر پر روتا اس مغائرت پر بھی افسوس یہ ہے کہ بنت الوقت نہ پسیجی اور نصیر سوکھ کر کانٹا ہو گیا۔ مگر اس کے کنوں میں فرق نہ آیا سینکڑوں تدبیریں اور ہزاروں جتن کیے مگر ایک کوشش بھی کارگر نہ ہوئی۔ شام کے وقت وہ ایک روز ہوا خوری کے واسطے باہر گیا۔ جب کھانے کے وقت نہ پلٹا تو ادھر ادھر دیکھنے چلا۔ سب جگہ پوچھا اور ہر شخص سے دریافت کیا، مگر اس کا پتہ نہ ملا۔ رات صبح ہوئی اور صبح شام، تین دن اور تین رات اسی طرح گزرے۔ چوتھے روز کی ڈاک میں بنت الوقت کو یہ خط ملا۔ "میں دنیا سے نہیں محسن پورے جاتا ہوں۔ تم کو میری وجہ سے تکلیف پہنچی۔ اب انشاء اللہ تم میری صورت نہ دیکھو گی۔"

نصیر کی مفارقت کے بعد مرزا وحید بھی زیادہ روز تک زندہ نہ رہا اس کی موت نے غضب یہ ڈھایا کہ رواج کے موافق بنت الوقت ترکہ پدری سے محروم کی گئی اور چند ہی روز میں اس کی حالت چچی سے بھی بدتر ہوگئی، اب البتہ اس کو معلوم ہوا کہ یہ بچپن برباد ہی کئے تھے بدقسمتی سے کوئی ہنر بھی ہاتھ میں نہ تھا کہ پیٹ پال لیتی۔ جب فاقوں تک نوبت پہنچ گئی تو مشن میں پندرہ روپے ماہوار کی نوکر ہوئی۔ جن ہاتھوں میں سینکڑوں روپے کی بھی کوئی وقعت نہ تھی، وہاں مہینہ بھر کی محنت کے بعد پندرہ روپے حقیقت ہی کیا رکھتے تھے، زندگی وبال اور جان اجیرن ہوگئی، دن رات روتی اور پچھتاتی مگر یہ سب بے سود اور بے کار تھا۔ چند ہی روز میں ڈھانچ رہ گئی اور انجام یہ ہوا کہ جس رستے سے گذر جاتی لوگ اس عبرت کی تصویر کو دیکھنے کھڑے ہو جاتے۔

شام زندگی

زندگی کی بہار ہندوستان میں صدیوں سے خزاں رسیدہ سمجھی جاتی ہے۔ خلقت جی رہی مگر مرنے سے بدتر۔ جینے کی بنیاد گھرداری پر ہے اور گھرداری عورت کا دوسرا نام ہے۔ عورت کی حالت یہ ہے کہ وہ اپنی آدمیت کا حق کھو چکی ہے، مرد کی طلب زیست کو سمجھتی ہے کہ مرد روتے ہیں عورت حیوان ہے۔ عورت کہتی ہے مرد نادان ہیں۔ نہ ان کو صبح زندگانی کی خبر ہے نہ ان کو شام حیات سے سروکار۔ مولانا راشد الخیری نے قلم اٹھایا اور صبح زندگی کا خاکہ کھینچ کر دکھا دیا کہ ناحق زندگی کرکری کر رکھی ہے۔ جینے کی ابتدائی بہاریں یوں ہوتی ہیں۔ عورتوں نے مردوں نے جو اس خاکہ کو جس کا نام صبح زندگی تھا دیکھا پڑھا تو جانا کہ زندگی شروع کرنے کا ہم سب کو یہ طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ جو کتاب صبح زندگی میں ہے۔ مولانا رشد زندگی کو دوپہر کی دھوپ میں چھوڑ کر جب پہنچ گئے تو ہند کے چاروں کونے سے آوازیں آئیں کہ زندگی کو شام تک پہنچاؤ۔ آدھی میں نہ چھوڑو۔ انہوں نے قلم برق رقم پر انگلی رکھ دی اور شام زندگی چمک کر نمودار ہو گئی۔ شام زندگی کتاب ہے صبح زندگی سے زیادہ لاجواب ہے۔ عورتیں اس کتاب کو پڑھ لیں تو ان کو اپنی زندگی کا مزا بھی چکھنے آ جائے اور مردوں کی زندگی بھی بہشت بن جائے۔ شام زندگی ایک عجیب قصہ ہے درد و غم کا افسانہ ہے بے نظیر اردو کا سمندر ہے۔ پڑھیے ہنسیے، روئیے، غرض لے پھر پڑھیے کچھ سوچیے اور بے اختیار ہو کر پھر پڑھیے کسی طرح جی نہ بھرے۔ عجیب جادو اس کتاب میں ہے اور تاثیر کی یہ حالت ہے کہ پڑھنے والا اپنے خود دیتی تصور کرتا ہے کہ زندگی کے نقص محسوس کرتا جاتا ہے۔ اس کی اصلاح کی تدبیر اپنے ذہن میں آپ ہی شروع کر دیتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ داستان مسئلہ شعر خیری نے نہیں چھوڑی ہے وجہ یہ ہے کہ عقل شہ ورا مصنف نے ضرورتوں کو پڑھ کر یہ کتاب لکھی ہے۔ شام زندگی ہر گھر میں زندگی پیدا کر دیگی۔ اس کو پڑھ کر عورتیں اپنے ہوتے ہوئے فرائض جان جائیں گی اور ان کو شریف گھر کی طرح نیک بیویوں کی مانند اور سلیقہ مند گھر والی کی مثل خاوند کا دل موہنا اور سارے کنبہ اور سارے شہر اور سارے قوم اور سارے ملک کی واہ واہ حاصل کرنا آ جائیگا۔ کتاب شام زندگی عورتوں سے زیادہ مردوں کو مفید ہوگی۔ کیونکہ مرد اگر عورتوں کے حقوق حیات اور جذبات سے آگاہ ہوں گے تو ان کے گھروں میں بہشت اتر آئے گی اور وہ دیکھیں گے کہ زندگی اس کا نام ہے۔ شام زندگی مولانا راشد الخیری کی بہترین تصنیف ہے شام زندگی اردو ادب کی لاجواب نشانی ہے۔ شام زندگی اصلاح معاشرت کی اثر دار نشانی ہے۔ شام زندگی دلی کی آواز ہے جس سے اس مردہ شہر کی حیات کا ثبوت ملتا ہے۔ آپ خرید لیجیے، گھر کے لیے منگائیے، بچوں کو لیکر دیجیے، دوستوں میں تقسیم فرمائیے، زندگی کو تہ بہ لیجیے۔ دیکھیے سیکھیے۔ اس کتاب کا جینا چلانا جاگنا جگانا، جلانا، پھیلانا۔ اور یا توں یا زور پیٹ لی کے اندر اتر جانا دیکھیے۔

اس کتاب کے بارہ ایڈیشن قریب قریب ختم ہو چکے ہیں۔

۱۳۵۶۸

قیمت صرف ایک روپیہ چار آنے

المشتہر منیجر رسالہ نظام المشائخ پوسٹ بکس ۱۵ دہلی

۷۸۶

اطلاع

بنت الوقت کا دائمی حق اشاعت علامہ راشد الخیری نے مجھے دیدیا ہے اس لیے کوئی صاحب اسے یا اس کے کسی حصہ کو بطور خود چھاپنے کا ارادہ نہ کریں ورنہ اخلاقی و قانونی جرم کے مرتکب ہونگے۔ ہاں کتب فروش حضرات اس سے فائدہ اٹھانا چاہیں تو معقول کمیشن پر اس کی جلدیں دفتر نظام المشائخ دہلی سے خرید سکتے ہیں جس کتاب پر پبلشر کے قلمی دستخط نہ ہوں گے وہ مال مسروقہ سمجھی جائے گی۔

خاکسار محمد الواحدی مالک و اڈیٹر نظام المشائخ دہلی

تصنیفات مصور غم علامہ راشد الخیری

صبح زندگی عہ	منازل السائرہ عمر	سوکن کا جلاپا ۶/
شام زندگی عہ	ماہ عجم عمر	اعمالنامے ۸/
شب زندگی حصہ اول عمر	عروس کربلا عہ	سنجوگ ۱۰/
شب زندگی حصہ دوم عمر	محبوبۂ خداوند ۱۲/	گوہر مقصود ۶/
نوحہ زندگی ۱۲/	آفتاب دمشق عہ	در شہوار ۱۰/
الزہرا ۱۲/	طوفان حیات عمر	شاہین و دراج ۸/
قطرات اشک عہ	بنت الوقت ۸/	انگوٹھی کا راز ۸/
جوہر قدامت ۸/	سراب مغرب ۸/	جوہر عصمت ۶/
یاسمین شام عمر	فسانۂ سعید ۱۰/	روداد قفس ۶/
تیغ کمال عہ	تائید غیبی ۸/	موءودہ ۸/
سمرنا کا چاند عہ	لڑکیوں کی انشا ۱۲/	نوبت پنج روزہ عمر

ملنے کا پتہ: مینیجر نظام المشائخ پوسٹ بکس ۵۱ دہلی